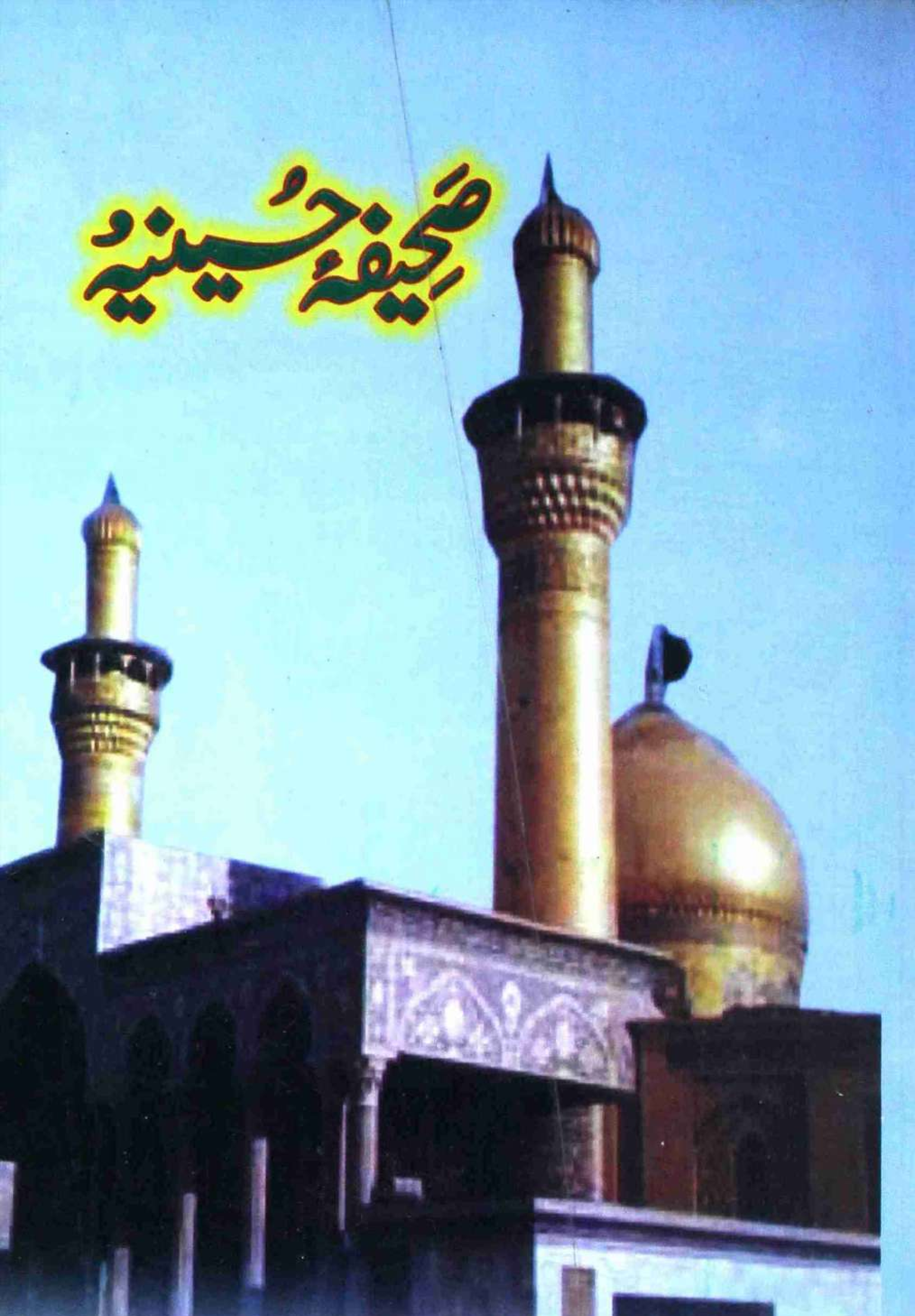

صحیفۂ حسینیہ

مولفہ: الحاج سید غلام نقی رضوی

باسمہٖ سبحانہٗ

إِنَّ الدِّينَ عِنْدَ اللّٰهِ الْإِسْلَامُ ۝

صحیفۂ حسینیہ

مؤلفہ : الحاج سید غلام نقی رضوی

پاک محرم ایجوکیشن ٹرسٹ (رجسٹرڈ)

۲۷۹ بریٹیو روڈ کراچی فون ۷۲۳۲۲۵۴

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

یٰٓاَیَّتُھَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّۃُ ﴿۲۷﴾ ارْجِعِیٓ اِلٰی رَبِّكِ رَاضِیَۃً مَّرْضِیَّۃً ﴿۲۸﴾ فَادْخُلِیْ فِیْ عِبٰدِیْ ﴿۲۹﴾ وَادْخُلِیْ جَنَّتِیْ ﴿۳۰﴾ ع (الفجر، آیت ۲۷ تا ۳۰)

ترجمہ: (اے کامل اطمینان والے نفس! اپنے رب کی طرف اس حالت میں پلٹ آ، کہ وہ (تم سے) راضی اور (تم اُس سے) خوش پس تم میرے (خاص) بندوں میں (شامل) داخل ہو جاؤ اور میری جنّت میں داخل ہو جاؤ۔)

تفسیرِ آیاتِ قرآنی

کس قدر کامل تھا وہ نفسِ مطمئنہ (نفسِ امام حسینؑ) کہ صحرائے کربلا میں جس قدر آلام اور مصائب کا ہجوم بڑھتا جا رہا تھا اسی قدر اس کا اطمینان نکھرتا جا رہا تھا اور چہرے کی نورانیت بڑھتی جا رہی تھی۔ مصائب و آلام کی حدود تو نظر آ رہی تھیں لیکن اس کے عزم و ہمت اور طمانیت و ایقان کی کہیں حدِ نظر نہیں آ رہی تھی۔ وہ (نفسِ مطمئنہ) ہر مصیبت و ابتلاء کی منزل پر اپنے معبود و محبوب کی رضا پر راضی ہونے کا اعلان کر رہا تھا اور تیروں کی بارش اور خون آشام تلواروں کے درمیان بے رحم ظالم اور انسان نما درندوں سے مسلسل مخاطب

ہو کر امر بالمعروف کا حق ادا کرتے ہوئے یہ بھی خطاب کر رہا تھا کہ:

"اگر میرے جد رسولِ خداؐ کا دین میرے قتل کے بغیر نہیں رہ سکتا تو اے تلوارو! آؤ اور بڑھ کر مجھے اپنی دھاروں پر لے لو۔"

وہ (نفس مطمئنہؑ) صرف امامت و ولایت ہی کا امتحان نہیں دے رہا تھا بلکہ اِس امتحان میں پیغمبرِ اسلام اور جملہ پیغمبرانِ ماسبق کی نمائندگی و وراثت بھی کر رہا تھا۔ اِس بناء پر مذکورہ آیتِ کریمہ میں پہلا مخاطب ہی نفسِ مطمئنہؑ ہے جیسا کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السّلام نے ارشاد فرمایا:

"اپنی فرائض و نوافل نمازوں میں "سورۃ الفجر" کی تلاوت کیا کرو کیونکہ یہ امام حسین علیہ السّلام کا سورہ ہے۔ جس نے اس سورۃ کی تلاوت جاری رکھی وہ بروزِ قیامت امام حسینؑ کے درجہ میں اُن کے ساتھ ہوگا اور اللہ عزیز و حکیم ہے"۔ (برہان)

- مولا سے عرض کیا گیا کہ یہ سورہ اُنؑ سے کس طرح مخصوص ہے؟
- آپؑ نے فرمایا: یہاں "نفسِ مطمئنہؑ" سے امام حسینؑ اور اُن کے بعد اُن کے شیعہ مراد ہیں۔ (تفسیر جامع)

یوں تو واقعۂ کربلا خود ایسی انفرادی اور اجتماعی خصوصیات کا حامل ہے کہ اس کی مثال عالمین میں نہیں ملتی لیکن اس کی ہمہ گیر اور تا ابد قائم رہنے والی تاثیر کا مؤثر و اصل باعث امام حسینؑ کی عظیم ترین اور اعلیٰ کردار سے مرصّع

شخصیت ہے جس نے آنکھیں ہی رسولِ خدا حضرت محمد مصطفےٰ ص کی آغوشِ گرامی میں کھولیں اور جس کا گوشت و پوست آنحضرتؐ انسانِ اکمل کے لعابِ دہن سے مرتّب ہوا، اور جس نے تربیت کے مختلف ابواب سیّدۃ نساء العالمین حضرت بی بی فاطمہؑ زہرا پارۂ جگر رسول اللہ اور ابو الائمۂ، امیر المومنین حضرت علی علیہ السّلام ابنِ ابی طالبؑ (سردار مکّہ) اخی و وصی رسول اللہ اور مرقعِ صبر و رضا امامِ دوم حضرت امام حسن مجتبیٰ علیہ السّلام فرزندِ اکبر مَرَجَ البحرین حضرت علیؑ و فاطمہؑ کے ادوارِ حیات میں عباداتِ الٰہیّہ اور انسانیت کی خدمت کے لیے بے لوث عمل کے عمیق مشاہدے اور ان کے ارشادات و مواعظ پہ بے دریغ عمل پیرا ہو کر مکمّل فرمائے۔

تاریخ انسانیت میں جبکہ امام حسین علیہ السّلام کی شخصیت ہمہ گیری اور عالمی رہنماؤں میں آپؑ کے اعلیٰ مقام کی وجۂ شہرت واقعۂ کربلا کے دوران آپؑ کی سیرت کے چھوٹے چھوٹے جزئیات سے بھرپور خدوخال ہیں۔ آپ کی سیرت قبل از واقعۂ کربلا کے بارے میں مورخین نے بہت کم قلم اٹھایا ہے۔ پھر بھی وہ معدودے چند روایات و واقعات جو تاریخ کے اوراق نے جذب کر لیے ہیں اُن ہی سے آپؑ کی عظمت اوصافِ حمیدہ اور کمالاتِ ستودہ کا ایک روشن مُرقّع کی جھلک ہماری نظروں کے سامنے آجاتی ہے جس سے یہ ثابت ہو جاتا ہے کہ حضرت امام عالیمقام حسینؑ صرف مظلوم اور ستم رسیدہ اور مقتولِ جفا ہونے کے لحاظ سے ہی دنیا کے قلوب کی توجّہ کا مرکز نہیں ہیں بلکہ آپ کی جملہ خصوصیات اور آپؑ کا بلند ترین اخلاق

کردار جس کا مظاہرہ آپ نے مختلف ادوار میں قبل از واقعۂ کربلا پیش کیا وہ بھی آپؑ کو اُفقِ انسانیت پر آفتابِ برجِ شرف کی طرح اعلیٰ ترین مقام پر فائز کیے ہوئے ہیں۔

امام حسینؑ کی زندگی کا پہلا دور : سنہ ۴ تا سنہ ۱۱ ہجری
از ولادت تا وفاتِ رسولِ خداؐ

* "آپؑ تین شعبان ۴ھ کو بمقام مدینہ منورہ بطنِ مادر سے آغوشِ مادر میں تشریف لائے۔" (شواہد النبوۃ ص ۱۳، انوارِ حسینیہ جلد ۳ ص ۴۳ اور بحار الانوار وغیرہ)
* "(مقاتل الطالبین ص ۵۴، حدیقۃ الشیعہ، مولفہ مقدس اردبیلی اور کئی دیگر کتب میں آپ کی تاریخِ ولادت ۵ شعبان مرقوم ہے۔")
* حضرت فاطمہ زہراؑ اپنے پدرِ بزرگوار رسولِ خدا حضرت محمد مصطفیٰؐ کی خدمت میں مولود کو لے کر آئیں۔ حضرتؐ نے "حسینؑ" نام رکھا اور مینڈھے کی قربانی دے کر عقیقہ کیا۔ (مطالب السئول ص ۲۴۱)
* علامہ حسین واعظ کاشفی رقمطراز ہیں کہ "امام حسینؑ کی ولادت کے بعد خلاقِ عالم نے جبرئیلؑ کو حکم دیا کہ زمین پر جا کر میرے حبیب محمد مصطفیٰؐ کو میری طرف سے "حسینؑ" کی ولادت پر مبارکباد دو اور ساتھ ہی ساتھ اُن کی شہادتِ عظمیٰ سے مطلع کر دو۔
* علامہ مذکور بحوالہ حضرت شیخ مفید علیہ الرحمۃ رقمطراز ہیں کہ اسی تہنیت

کے سلسلے میں جناب جبرئیلؑ بیشمار فرشتوں کے ساتھ زمین کی طرف آرہے تھے کہ ایک غیر معروف طبقہ پر اُن کی نظر پڑی جہاں فطرس نامی فرشتہ قہرِ خداوندی میں گرفتار بے بال و پر مصروفِ گریہ آہ و فغاں تھا۔ اُس کے اصرار پر جبرئیلؑ اُس کو بارگاہِ رسالت میں لے کر حاضر ہوئے اور دادرسائی کی درخواست کی۔ اسوقت امام حسینؑ آنحضرتؐ کی آغوشِ مبارک میں تھے۔ آپؐ نے ارشاد فرمایا کہ " فطرس کے جسم کو " حسینؑ کے جسم۔ سے مس کردو، شفا ہو جائے گی " انہوں نے ایسا ہی کیا۔ اللہ نے اُس کے بال و پر واپس کر دیے اور وہ پرواز کرتا ہوا اور فخر و مباہات کرتا ہوا اپنے اصلی مقام یعنی آسمانِ سوم پر یہ کہتا ہوا جا پہنچا کہ :

" مَن مِثلی اَنا عُتیق الحُسینؑ "

(میرے مانند کون ہو سکتا ہے، مجھے حسینؑ نے آزاد کرایا ہے۔)

★ امام حسین علیہ السّلام کی پرورش لعابِ دہنِ رسالتمآبؐ سے ہوتی رہی آپؑ جب بھوکے ہوتے، سرورِ کائناتؐ اپنی زبان مبارک اُن کے دہنِ اقدس میں دیدیتے۔ آپؑ اُسے چوس کر سیر و سیراب ہو جاتے۔

(اصولِ کافی باب مولد الحسینؑ صہ ۱۱۱)

★ " یہی وجہ ہے کہ آپؑ رسولِ کریمؐ سے بہت زیادہ مشابہ تھے۔"

(نور الابصار صہ ۱۱۳)

آپؑ کے بچپن کا واقعہ ہے کہ: جناب رسالتمآبؐ کی خدمت بابرکت میں ایک بچۂ آہو تحفۃً پیش کیا گیا، اُس وقت امام حسنؑ آپؐ کے پاس موجود تھے آنحضرتؐ نے وہ بچہ اُن کو دیدیا۔ کچھ دیر بعد امام حسینؑ بھی تشریف لے آئے اور امام حسنؑ کے پاس بچۂ آہو دیکھ کر اپنے نانا کی خدمت میں جا کر ایسے ہی بچے کے لیے ضد کی۔ خالقِ باری کو امام حسینؑ کا بے چین ہونا گوارہ نہ تھا۔ جنگل میں آہو (ہرنی) کو آوازِ غیب آئی کہ اپنا دوسرا بچہ بھی رسول اللہؐ کی خدمت میں پیش کر دے۔

وہ فوراً اپنے بچے کو لے کر بارگاہِ رسالت میں حاضر ہو گئی اور بچہ آپؐ کو تحفۃً پیش کر دیا اور آپؐ نے وہ بچۂ آہو اپنے چہیتے فرزند کو دیدیا تو وہ اُسے پا کر خوش ہو گئے۔

★ - آپؑ کے بچپن کا ایک اور واقعہ ہے کہ عید کا موقع تھا۔ مدینہ کے لوگ اپنے بچوں کے لیے نئی نئی پوشاکیں تیار کرا رہے تھے جو وہ حسنینؑ کو دکھلاتے تھے۔ دونوں بھائی ان کی پوشاکوں کو دیکھ کر متاثر ہوئے اور اپنی مادرِ گرامی کی گردن میں باہنیں ڈال کر نئے لباس کی فرمائش کرنے لگے۔ جنابِ سیدہؑ کی زبان معجز بیان سے یہ نکل گیا کہ بچو! تم کیوں گھبراتے ہو خیاط تمہارے لیے بھی نئے لباس لے کر آئے گا۔

یہ کلمہ تو آپؑ نے بچوں سے کہہ دیا لیکن فکر دامنگیر ہوئی کہ نئے لباس کا کیا بندوبست ہو گا۔ بس بیقراری کے عالم میں بارگاہِ ایزدی میں التجا کی کہ: اے میرے پالنے والے! تیری کنیز نے کبھی غلط بیانی نہیں کی، آج میری صداقت

کی تصدیق فرمادے تاکہ میں شرمندہ نہ ہوسکوں، میری عزت تیرے ہاتھ ہے۔
عید کی صبح نہ ہونے پائی تھی کہ ایک رضوانِ جنّت دو بہشتی پوشاکیں لے کر درِ سیّدۂ عالمیاں پر جا پہنچا اور دق الباب کیا اور خیّاطِ حسنینؑ کہکر وہ دونوں پوشاکیں مادرِ حسنینؑ کی خدمت میں پیش کر دیں۔
بچوّں نے نئے اور بے مثل لباس زیبِ تن کیے، نانا نے بچوّں کو اپنے دوشِ مبارک پر سوار کیا اور نمازِ عید کے لیے روانہ ہو گئے۔

(کشف المحجوب، روضۃ الشہداء، بحار الانوار وغیرہ)

کمسنی ہی کے عالم میں رسولِ خداؐ خلقِ مجسّم نے امام حسینؑ کو تمام اوصافِ حمیدہ اور اخلاقِ پسندیدہ کا مکمّل اور بے مثل نمونہ بنا کر دنیا والوں کے سامنے پیش کیا۔ حسینؑ قدرت کی جانب سے جوہرِ کمالات کا جو آئینہ لے کر آئے تھے، رسولِ خداؐ نے اپنی سیرت کا پورا عکس منعکس فرما دیا۔

رسالت مآبؐ نے اپنے دونوں نواسوں، امام حسنؑ و امام حسینؑ سے بیحد محبت رکھتے تھے۔ کتبِ احادیث و تواریخ ایسے بے شمار قصص سے بھرپور ہیں کہ جن میں آنحضرتؐ نے اپنے نواسوں سے بے پناہ محبت کا اظہار فرمایا ہے۔ آپؐ نے اپنی اُمّت کے ہر فرد کو ان سے مودّۃ اور محبّت کا حکم دیا ہے اور قرآنِ مجید نے تو واضح الفاظ میں اُن کی مودّۃ کو اجرِ رسالت قرار دیدیا۔

"قُلْ لَّآ اَسْئَلُكُمْ عَلَيْهِ اَجْرًا اِلَّا الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبٰى"[۱]

یعنی (کہہ دیجئے: میں تم سے اپنی (تبلیغ) رسالت کا اجر نہیں مانگتا

---

[۱] سورۂ شوریٰ آیت ۲۳

سوائے اس کے کہ تم میرے قرابت داروں سے مودّۃ رکھو۔)

"آنحضرتؐ کی مشہور حدیث ہے کہ: ملاحظہ ہو سنن ابن ماجہ ج۱ ص۳۳)

"جس نے حسنؑ اور حسینؑ سے محبت رکھی اُس نے مجھ سے محبت رکھی اور جس نے ان کو دشمن رکھا، اس نے مجھ کو دشمن رکھا۔"

اور "صحیح مسلم ج ۲ ص۲۸۲) میں ہے کہ:

"آپ اللہ کو گواہ بنا کر کہتے تھے۔ میں ان سے انتہائی محبت کرتا ہوں"۔

ابھی امام حسنؑ و امام حسینؑ کم سن ہی تھے کہ ۱۰ھ میں نجران کے عیسائیوں کے ساتھ روحانی مقابلہ (مباہلہ) درپیش ہوا جس کا حکم ربِّ جلیل کی جانب سے سورۂ آلِ عمران کی آیت نمبر ۶۱ کے تحت صادر ہوا۔

"جب رسول اللہؐ مباہلہ کے لیے تشریف لے گئے تو حسنؑ اور حسینؑ آگے آگے تھے، حضرت علیؑ کا ہاتھ رسول اللہؐ کے ہاتھ میں تھا بی بی فاطمہ زہراؑ پیچھے پیچھے آ رہی تھیں۔ نجران والے یہ نورانی منظر دیکھ کر مرعوب ہوئے۔ اور خراج دینے کے لیے آمادہ ہو گئے"

(الارشاد ص۸۷)

ظاہر ہے کہ خداوند عالم اپنے رسولؐ سے ہی اس مہم کو سر کرلانے پر مکمل قادر تھا، پھر کیا وجہ تھی کہ اہلِ بیتؑ کو ساتھ لے جانے کا حکم ہوا۔؟ اس کا مقصد ایک طرف تو حق کے کامل و اکمل نمائندوں کو خلق سے متعارف کرانا تھا اور دوسری طرف خاندانِ رسالت کی ان ہستیوں پر یہ ظاہر کرنا تھا کہ آئندہ جب بھی اسلام اور شریعت پر کوئی بُرا وقت آئے تو ایسے موقع پر اپنی ذمہ داری سمجھتے

ہوئے بہر حال اِس کا دفاع کرنا ہوگا۔

جنابِ رسالت مآب نے مختلف مواقع پر اور جداگانہ صورتوں میں اپنی اُمت کو ہدایت فرمائی کہ: میرے اہلِ بیت کی پیروی کرتے رہنا۔ کبھی فرمایا کہ۔

"میں تم میں دو گرانقدر چیزیں چھوڑ رہا ہوں۔
ان میں سے ایک قرآن ہے اور دوسرے میرے اہلِ بیتؑ
جب تک تم انؑ سے تمسک کرو گے گمراہ نہ ہوگے۔"

(مسند احمد ابنِ حنبل)

کبھی ارشاد فرمایا:

"میرے اہلِ بیتؐ کی مثال کشتیٔ نوحؑ کی طرح ہے جو
اِس کشتی میں سوار ہوا، اُس نے نجات پائی اور جس نے روگردانی
کی وہ (دریائے ہلاکت میں) غرق ہوا۔"

(معارف ابنِ قتیبہ)

آپؐ نے اپنے نواسوں کے بارے میں خصوصیت سے ارشاد فرمایا:

"حسنؑ اور حسینؑ جوانانِ اہلِ بہشت کے سردار ہیں۔"

(ابنِ ماجہ جلد ا صـ ۲۹)

اور کبھی ارشاد فرمایا:

"یہ دونوں میرے فرزند امام (واجب الاطاعت) ہیں،

خواہ کھڑے ہوں (یعنی جہاد کریں) خواہ بیٹھے ہوں (یعنی صلح کریں) (الارشاد ص ۲۰۴)

★ امام حسینؑ کے بارے میں بالخصوص فرمایا۔

"حسینؑ مجھ سے ہیں اور میں حسینؑ سے ہوں"

(ابن ماجہ جلد ۲ ص ۳۳)

★ "ابھی امام حسینؑ کا سن سات برس کا تھا کہ ماہِ ربیع الاول ۱۱ھ میں رسول اللہؐ بارگاہِ ایزدی کی طرف کوچ کر گئے اور حسینؑ اُن کے سایۂ عاطفت سے محروم ہو گئے۔"

(الکافی جلد ا ص ۲۷۵، طبری جلد ۲ ص ۲۱۷)

امام حسینؑ کی زندگی کا دوسرا دور
امیر المومنینؑ کی وفات تک

سنہ ۱۱ھ تا سنہ ۴۰ھ

یہ ایک تاریخی حقیقت ہے کہ حضرت رسولِ خداؐ کی وفات حسرت آیات کے بعد اکابرینِ اُمت نے خاندانِ رسالت کو سیاسی اقتدار سے یکسر نظرانداز کر دیا اور آنحضرتؐ کی واضح ہدایات کے باوجود حضرت ابوبکر کو خلیفۂ اوّل بنا دیا گیا۔ اور وہ ماحول کہ جس میں امام حسینؑ تربیت حاصل کر رہے تھے یکلخت تبدیل ہو گیا۔ وہ اُمت کہ جو حسنینؑ کو ہمیشہ دوشِ رسالت پر دیکھا کرتی تھی اب اُن کی طرف رُخ بھی نہ کرتی تھی، گویا اُمت کو رسولِ خداؐ کی وفات کا انتظار تھا۔

حسینؑ اپنی والدۂ گرامی کے پاس تشریف لے جاتے تو اُن کو محوِ گریہ پاتے انہوں نے یہ بھی دیکھا کہ اہلِ مدینہ کو اُن کی ماں کا اپنے ہی گھر میں غمِ پدر میں گریہ کرنا بھی پسند نہ آیا اور انہیں اپنے بابا کو یاد کرنے کے لیے اپنا بیت الشرف چھوڑ کر "بیت الحزن" جنّت البقیع جانا پڑتا۔

حسینؑ کے مشاہدے میں یہ بات بھی آئی کہ جب چند وہ بنی ہاشم اور اصحابِ رسولؐ، جنہوں نے حضرت ابوبکر کی خلافت کو تسلیم نہیں کیا اور بی بی فاطمہؑ کے گھر میں گوشہ نشین ہوئے، تو اس امر کے باوجود کہ ان کی والدہ نے لوگوں سے فریاد کی کہ حسنینؑ گھر میں ہیں، اے لوگو! کم از کم ان کا خیال کرو اور میرے گھر کو تاراج نہ کرو۔ آپؑ کے بیت الشرف کو نذرِ آتش کیا گیا اور جب آپ دروازے پر تشریف لائیں تو دروازے کو بھی منہدم کر دیا گیا جس کے باعث آپؑ بھی زخمی ہوئیں جس سے شکمِ مادر میں پروان چڑھنے والے حضرتِ محسن کا اسقاط عمل میں آیا۔ اور اسی زخمِ پہلو کی شدّتِ تکلیف سے شہزادیؑ کونین نوّے دن کے اندر (اور بقولے پچھتّر دن کے اندر) اس دارِ فانی سے رحلت فرما گئیں،

دریں اثناء باغِ فدک جو آپؑ کی ملکیت میں سے تھا غصب کر لیا گیا اور خلیفۂ وقت نے اِس سلسلے میں نہ تو معصومہ کی بات کو تسلیم کیا اور نہ حسنینؑ کی گواہی کو قبول کیا۔ امام حسینؑ کے لیے اتنی قلیل سی مدت میں اپنی ماں سے جُدائی کا دوسرا غمگین اور جانکاہ حادثہ تھا۔

امام حسینؑ اپنے بابا کی کسمپرسی کی حالت کو دیکھتے کہ جن سے حقِ خلافت کو

کو غصب کر لیا گیا تھا، اور مادرِ گرامی کی جدائی، اور نانا کی جدائی نے اُن کو اِس قدر رنجیدہ و متاثر کر دیا کہ اُن کے بابا گھر سے نکلنا اور لوگوں سے ملاقات ترک کر کے گوشہ نشینی میں قرآن مجید کے متفرق اجزاء کو شانِ نزول کے مطابق ترتیب دینے اور اِسے کتابی صورت دینے میں مشغول رہتے اور فرماتے کہ میں نے یہ عہد کیا ہے کہ عبا دوش پر نہ ڈالوں گا جب تک قرآن کو جمع نہ کر لوں۔ (صواعقِ محرقہ ص۷۶)

امام حسینؑ نے یہ بھی دیکھا کہ بعد ترتیبِ قرآن جب آپؑ کے باباؑ نے اُمّت کے سامنے اس ترتیب شدہ نسخۂ قرآن کو خلیفۂ وقت کو دینا چاہا تو انہوں نے قبول نہیں کیا اور یہ کہہ دیا کہ "ہمیں آپ کے جمع شدہ قرآن کی قطعاً احتیاج نہیں ہے۔ تم اسے واپس لے جاؤ۔"

چنانچہ آپؑ نے اُسے محفوظ کر لیا تاکہ اُمّت میں انتشار کا باعث نہ ہو۔ پدرِ عالیقدر کے اس صبر آزما طرزِ عمل نے واضح کر دیا کہ قرآن اور اہلبیتؑ ساتھ ساتھ ہیں اور یہی اس کی حفاظت کرنے والے ہیں۔

قوم میں انتشار کا خوف ہوا تو اپنے عہدۂ خلافت کو غصب ہوتے دیکھا تو صبر سے کام لیا۔ حالانکہ امام حسینؑ کی والدۂ گرامی نے کہا بھی کہ اے ابوالحسنؑ کیا آپؑ کی ذوالفقار کو زنگ لگ گیا ہے یا آپ کی کلائی کمزور پڑ گئی ہے؟

آپؑ نے فرمایا: نہیں اے بنتِ رسولؐ! ایسا نہیں ہے، نہ تو ذوالفقار زنگ آلود ہوئی ہے اور نہ کلائی کمزور پڑی ہے بلکہ میں چاہتا ہوں کہ آپ کے بابا کا نام قیامت تک اذان و کلمہ میں لیا جاتا رہے۔ اسی لیے صبر کیا۔

دوسرا صبر آزما موقع جمع شدہ قرآن کو اُمت کے خود ساختہ خلفاء نے لینے سے انکار پر تھا۔ (اور آپ نے اپنے جمع کردہ قرآن کی اشاعت پر اصرار نہیں کیا۔)

حسینؑ نے یہ بھی مشاہدہ کیا کہ لوگ ہمارے پدر عالی قدر کے پاس آکر آپ کو ترغیب دیتے ہیں کہ اسلامی حکومت کی سربراہی آپ ہی کا حق ہے آپ اس کے حصول کے لیے اُٹھ کھڑے ہوں ہم آپ کا ساتھ دیں گے۔ ان لوگوں میں بنی امیہ کا سردار ابوسفیان سرفہرست ہے۔ لیکن علیؑ کی ذات والا صفات جذبات سے بلند اور اسلام کا مفاد آپ کو جان سے عزیز ترین تھا اس لیے آپ نے اُن لوگوں کی باتیں قبول نہیں کیں اور ابوسفیان کو تو ایسا منہ توڑ جواب دیا کہ اس کے بعد پھر کبھی کوئی شخص آپ کے سامنے اس قسم کی جرأت نہ کرسکا آپؑ نے فرمایا:

"خدا کی قسم تم ہمیشہ اسلام اور اہلِ اسلام کے دشمن رہے ہو۔ جاؤ یہ فریب کسی اور کو دینا۔" (طبری جلد ۲ صفحہ ۲۰۲-۲۰۳)

(الارشاد صفحہ ۱، استیعاب جلد ۲ صفحہ ۱۷، صواعق محرقہ صفحہ ۳۷، تاریخ الخلفاء صفحہ ۴۵)

ابوالائمہ حضرت امام علی بن ابی طالب علیہ السّلام کے اس طرزِ عمل سے صاف ظاہر تھا کہ:

(۱) چاہے ہمارے ذاتی حقوق (فدک وغیرہ) کو نقصان پہنچے اور ہمارے حقوق (منصوص من اللہ۔ یعنی منصب خلافت) غصب کر لیے جائیں

تاہم، ہمارا مقصد ہمیشہ اجتماعی اور اسلامی مفاد پر نظر رکھنا اور ہر طرح کی قربانی کے لیے ہمہ وقت بہر حال تیار رہنا ہے۔

(۲) ابوسفیان اور اس کے خاندان والوں کا قبولِ اسلام نمائشی اور مفاد پرستی کی حیثیت رکھتا ہے ان سے اسلام کو نقصان تو پہنچ سکتا ہے لیکن فائدہ ہرگز نہیں۔ اس لیے ان لوگوں اور ان جیسے دوسرے گروہوں کی نقل و حرکت پر بھی نظر رکھنا چاہیے اور انہیں کوئی ایسا موقع نہ ملنے پائے کہ جس سے اسلام کو گزند پہنچانے میں کامیاب ہو جائیں۔

امام حسین علیہ السّلام نے یہ بھی دیکھا کہ آپؑ کے والدِ بزرگوار کے ساتھ زمانہ کی بے توجہی، حق فراموشی اور سرد مہری انتہا کو پہنچی ہوئی تھی مگر اس کے باوجود جب بھی کسی علمی یا شرعی مسئلے پر، کسی خاص مہم کے سر کرنے کے متعلق یا کسی پیچیدہ مقدمے کے فیصلے کے بارے میں عمالِ حکومت کو آپؑ کے مشورے کی ضرورت محسوس ہوتی تو آپؑ نے بلا عذر مدد فرما کر ان کی مشکلات کو حل کیا۔ اس طرح دنیا کے سامنے یہ نمونۂ عمل پیش کیا کہ مسلمانوں کے معاملے میں حکامِ وقت ہمیں کتنا ہی نظر انداز کریں، جب بھی اسلامی مفاد کا معاملہ درپیش ہو، ہم اپنے فرائض کو انجام دیتے رہیں گے

اسی دور میں یہ بات بھی سامنے آئی کہ تیسرے خلیفہ کے انتخاب کے موقع پر آپؑ کے والد بزرگوار نے اس عہدۂ خلافت کو قبول کرنے سے

اس لیے انکار کر دیا کہ عہدۂ خلافت مشروط تھا کہ خلیفہ بننے کے بعد انہیں کتابِ خدا اور سنتِ رسولؐ کے علاوہ شیخین (حضرت ابوبکر اور حضرت عمر) کی سیرت پر بھی عمل کرنا ہوگا۔ (طبری جلد ۵ صفحہ ۴۰)

اور یہ ثابت کر دیا کہ "شریعت" اور "مسلمان حکمرانوں کی سیرت" یہ دو الگ الگ چیزیں ہیں۔ ایسا نہیں ہے کہ جو حکومتِ وقت کا آئین اور اس کا عمل ہو اس کو شریعت کی رُو سے بھی صحیح مانا جائے۔ "شریعت" کے مستقل اصول ہیں جنہیں بالادستی ہونی لازمی ہے اور حکومت کے عمل کو اُن کا تابع ہونا چاہیے اور جب ایسا نہ ہو تو ایک مسلمان کا فرض ہے کہ وہ "شریعت" کو تسلیم کرے اور "حکّام کے عمل" کو تسلیم نہ کرے۔ اور کبھی ایسا موقع آجائے کہ "حکّام کا عمل" کھُلّم کھُلّا شریعت کے خلاف ہو اور آئین مذہب میں تبدیلی کا باعث ہو تو مسلمان کا فرض ہے کہ "شریعت" کی حمایت میں کمربستہ ہو جائے اور اس کے لیے حسبِ ضرورت کسی قربانی سے دریغ نہ کرے۔

یہی درس تھا جس پر عمل پیرا ہو کر امام حسین علیہ السّلام نے ۶۱ھ میدانِ کربلا میں ۷۲ چنیدہ انصار (بنی ہاشم کی قربانی دے دی، لیکن یزید جیسے بدکردار اور نااہل خلیفۂ خودساختہ کی اطاعت قبول نہ کی۔

حالاتِ زمانہ بڑی تیزی سے بدلتے رہے اور اس کے ساتھ ہی جمہور کے مزاج اور رُجحانات میں بھی تبدیلی آتی گئی۔ بالآخر وہ وقت بھی آیا کہ خلیفۂ سوم کی وفات کے بعد جمہور نے متفقہ طور پر خلافت کی ذمہ داری حضرت علیؑ کو سونپ دینے کا فیصلہ کیا، آپؑ کے پاس لوگوں کا ایک جمِّ غفیر آ پہنچا اور

خلافت کی پیشکش کی۔ آپؑ نے قبول کرنے سے انکار کیا۔ لیکن اصرار بڑھتا ہی گیا تو اتمام حجت کے پیش نظر اور دنیا والوں کی زبان بندی کے تحت آپؑ نے پیشکش کو قبول فرما لیا۔ لیکن آپ نے صاف اور واضح الفاظ میں یہ اعلان بھی فرمایا کہ:

"دیکھو! جب تم یہ ذمہ داری میرے سپرد کر رہے ہو تو میں جو راستہ سمجھوں گا اسی پر تم کو چلاؤں گا اور کسی کے اعتراض کی ہرگز پرواہ نہ کروں گا۔" (طبری جلد ۵ ص ۱۵۶)

لوگوں نے اس کا اقرار کر کے ذی الحجہ ۳۵ھ میں حضرت علیؑ کی بیعت کر لی اور آپؑ کو خلیفۃ المسلمین تسلیم کر لیا۔

حضرت علی علیہ السلام کے اس عمل نے یہ واضح کر دیا کہ اللہ کے بندے وفاداری کے عہد کے ساتھ رہنمائی کے طالب ہوں تو جب تک اُن پر پورے طور سے حجت تمام نہ ہو جائے ہمارا فرض ہے کہ ہم بظاہر اُن کے عہد و پیمان کو یاد کریں اور اُن کی خواہشِ رہنمائی کی تکمیل کے لیے قدم بڑھائیں۔

اس کی دوسری مثال اُس وقت سامنے آئی جب امام حسینؑ نے ذی الحجہ ۶۰ھ میں کوفہ کا قصد فرمایا، جبکہ اہلِ کوفہ نے بیشمار خطوط (بقولے ۱۲ ہزار خطوط) آپؑ کی خدمت میں ارسال کیے اور شرعی امور میں آپ کی رہنمائی اور بیعت پر متفق ہوئے تو آنجنابؑ نے اپنے ابن عم حضرت مسلمؑ کو حالات کا جائزہ لینے کے لیے نیابۃً بھیجا پھر خود بھی مکہ میں موجود اپنے

انصار واقعہ باء کی معیت میں کوفے کی طرف کوچ فرمایا لیکن دورانِ سفر جب آپؑ کو حضرت مسلمؑ کے قتل کر دیے جانے کی خبر ملی تو آپؑ نے کوفہ جانے کا ارادہ ترک کر دیا۔

حضرت امام حسینؑ نے یہ بھی دیکھا کہ اُن کے بابا کو خلیفۂ وقت تسلیم کرنے کے بعد دُنیا نے کس طرح آپ کی تعلیمات سے بے رُخی کی اور پیروی کرنے سے گریز کیا اور اکابرینِ حکومت نے اُن جناب کو یہ مشورہ دیا کہ معاویہ بن ابو سفیان اور حضرت عثمان کے زمانے میں مقرر کردہ دیگر عمّال حکومت کو فی الوقت برقرار رکھا جائے اور جب وہ مطمئن ہو جائیں اور آپ کی گرفت میں آجائیں تو پھر چاہے سب کو معزول کر دیں۔

آپؑ نے فرمایا کہ سیاستِ دُنیا کے لحاظ سے تو یہ صائب مشورہ ہے لیکن جب میں یہ جانتا ہوں کہ وہ ظالم اور نااہل ہیں تو اپنی جانب سے اُن کو پروانۂ حکومت بھیج کر اُن کے مظالم اور عدمِ دیانتداری میں کس طرح شریک ہو سکتا ہوں۔ (طبری جلد ۵ صفحہ ۱۵۹-۱۶۰)

اگر حضرت علیؑ اپنی ماتحتی میں معاویہ ابنِ ابو سفیان جیسے شخص کو دینی فریضے کے تحت قبول نہیں کر سکتے تو آپؑ کے بعد آپؑ کے فرزند امام حسینؑ یزید ابنِ معاویہ کی بیعت کس طرح قبول فرما سکتے تھے۔ جبکہ معاویہ نے زندگی بھر حضرت علیؑ خلیفۂ وقت کی مخالفت کی اور بعد خلیفۂ وقت صلح نامے کی مخالفت کرتے ہوئے اپنے بیٹے یزید کو جو ایک فاسق و فاجر اور ناہنجار شخص تھا اور کھلم کھلا شریعت اور رسول اللہؐ کے خلاف نازیبا اور گستاخانہ

الفاظ بھی استعمال کرکے لوگوں پر یہ ظاہر کرتا تھا کہ

"دینِ اسلام ایک ڈھکوسلا اور محمدؐ کے ذہن کی اختراع ہے۔ محمدؐ پر نہ کوئی وحی نازل ہوئی اور نہ کوئی فرشتہ نازل ہوا۔"

اس کے بعد جب امام حسینؑ کے اہل بیتؑ کو اسیر بنا کر یزید نے اپنے دربارِ شام (دمشق) میں حاضر کیا تو اس نے بھرے میں یہ جملہ شعر کی صورت میں اہلِ دربار کو سُنا کر کہا۔

"کاش آج میرے جنگ بدر و احد کے مقتولین آباؤ اجداد دیکھتے کہ میں نے خاندانِ رسولؐ سے اُن کا کیسا بدلہ لیا ہے تو وہ خوش ہو جاتے۔"

یزید کے اسی قسم کے اقوال اور افعال سے اس کا مسلمان ہونا بھی ثابت نہیں ہو سکتا کیونکہ جو شخص کافروں یا مشرکوں کے قتل کا بدلہ رسولِ خداؐ کے اہلِ بیتؑ سے لینے پر فخر کرے وہ مسلمان کیسے ہو سکتا ہے۔ وغیرہ وغیرہ

★ حضرت علی علیہ السّلام کے دورِ خلافت میں یہ بات بھی سامنے آئی کہ جنگِ جمل میں کس طرح حضرت رسول اللہؐ کی ایک بیوی اپنے ذاتی عناد اور عداوت اور شیطان کے بہکانے پر آپؑ کے مدِ مقابل آئیں، لیکن جب جنگ میں ان کو شکست ہوئی تو جناب امیرالمومنینؑ نے احترام کے ساتھ ان کو مدینہ واپس بھیج دیا۔

★ اسی طرح امیرِ شام معاویہ ابنِ سفیان، حضرت علی علیہ السّلام کے

کے ساتھ جنگ کرتے رہے۔ اور ابو موسیٰ اشعری جو حضرت علیؑ کے نمائندہ تھے اور معاویہ کے نمائندے عمرو بن عاص کے ہاتھوں بیوقوف بنکر ناد انشمندانہ فیصلے کے مرتکب ہوئے اور جنگ کے غیر منطقی فیصلے کے باعث ہوئے۔

بالآخر جب حضرت علی علیہ السّلام نے یہ فیصلہ کر لیا کہ دمشق (شام) پر آخری فیصلہ کن جنگ کر کے اس شرانگیزی کا ہمیشہ کے لیے خاتمہ کر دیا جائے اور آپؑ نے ایک موثر خطبے کے ذریعے سے لوگوں کو اس پر آمادہ بھی کر لیا، اور جب حملے کی تمام تیاریاں مکمل کر لیں تو ایک سازش کے تحت حضرت علیؑ کو حالتِ نماز میں عبدالرحمان ابنِ ملجم ملعون نے زہر آلود تلوار کے وار سے زخمی کر دیا، جس کے بعد آپ نے ۲۱ ماہ رمضان ۴۰ھ کو جامِ شہادت نوش فرمایا اور اس طرح بنی اُمیہ نے اسلامی حکومت کو قیصرانہ انداز میں چلانے کی تیاری مکمل کر لی۔

حضرت امام حسینؑ کی زندگی کا تیسرا اور آخری دورِ حضرت ابوالائمہؑ علیؑ اور امام حسنؑ کی شہادت کے بعد ۴۰ھ تا ۶۱ھ:

ابوالائمہؑ حضرت امام علی ابنِ ابی طالب علیہ السّلام کے درجۂ شہادت پر فائز ہونے کے بعد مسلمانوں نے برضا و رغبت آپؑ کے فرزندِ اکبر حضرت امام حسنؑ کی خلافت کو تسلیم کر لیا۔ اور ماہِ رمضان ۴۰ ہجری میں آپؑ کی بیعت کر لی۔ (الارشاد ص ۱۹۲)

آپؑ نے اسی وقت لوگوں سے صاف اور واضح طور پر خطبہ دیا اور تمام تر ریشہ دوانیوں اور لوگوں کے انحرافِ شریعت کا ذکر کرنے کے بعد لوگوں سے اس بات کا عہد لیا کہ اگر میں کسی سے صلح کروں تو تم کو بھی صلح کرنا ہوگی اور میں کسی سے جنگ کروں تو تم کو بھی بلا عذر میرے ساتھ رہ کر جنگ میں حصّہ لینا ہوگا کیونکہ یہی رسول اللہ ﷺ کی حدیث ہے کہ جس میں آنحضرتؐ نے ارشاد فرمایا۔

"حسنؑ و حسینؑ دونوں امام ہیں خواہ کھڑے ہوں۔ (جنگ کریں)، یا بیٹھے ہوں" (صلح کریں)

اس کے بعد آپؑ ملک کے انتظام و انصرام کی جانب متوجّہ ہوئے ابھی انتظامات مکمّل بھی نہ ہونے پائے تھے کہ امیرِ شام معاویہ بن ابوسفیان نے امورِ مملکت میں دخل اندازی شروع کر دی اور پوری اسلامی مملکت میں اپنے جاسوسوں کا ایک جال پھیلا دیا۔

امام حسنؑ اور امام حسین علیہما السّلام اپنے پدرِ عالیقدر کی زندگی ہی میں خوارج کی طرف سے بے رُخی کے نتیجے میں اہلِ کوفہ میں افتراق کے آثار دیکھ چکے تھے اس لیے ان کے حالات سے غیر مطمئن تھے۔ اور جب امام حسنؑ نے اُن کی دفاعِ مملکت کے بارے میں اُسوقت بے رُخی دیکھی، اور جب امیر معاویہ عراق کی سرحد پر ایک بڑی عسکری طاقت کے ساتھ آ ڈٹے اور انہوں نے آپ کے پاس یہ پیغام بھیجا کہ: "آپؑ جن شرائط پر چاہیں صلح کر لیں۔"

اور اس کے ساتھ ہی وہ خطوط کا طومار بھی بھیجا جو امام حسنؑ کی فوج کے سرداروں نے اُن کو بھیجے تھے اور جن میں درپردہ امیر شام سے وفاداری کا یقین دلایا تھا، تو آپؑ نے اپنے نانا اور بابا کی سیرت کے پیش نظر مصالحت کے لیے بڑھتے ہوئے ہاتھ کو مایوس واپس نہیں کیا، اور ان تمام شرائط پر مبنی جن سے قانونی طور پر آئین و شریعت کا تحفظ ہوتا تھا، دستاویز تیار کر کے ربیع الاوّل یا جمادی الاوّل ۴۱ھ میں عہد نامے پر عمل کرتے ہوئے صرف چھ ماہ کی قلیل مدّت ہی میں خلافتِ اسلامی کی ذمّے داری ترک کر دی اور خود کوفہ سے جاکر مدینہ میں قیام پذیر ہو گئے۔

امام حسین علیہ السّلام نے بہرحال بھائی کا پورا پورا ساتھ دیا اور اُن کے ساتھ خود بھی مدینہ میں رہائش اختیار کی۔ جیسا کہ آپ اپنے پدرِ عالیقدر کے دور میں مشاہدہ کر چکے تھے کہ ابوسفیان نے اُن کو سلطنت کے حصول کی خاطر ترغیب دی تھی لیکن انہوں نے اسلام کے مفاد میں تمام تر پیشکشوں کو مسترد کر دیا تھا، بالکل اسی طرح جب امام حسنؑ کو عمرو بن عدی اور عبیدہ ابنِ عمرو نے پیشکش کی، کہ وہ امام حسن علیہ السّلام کو صلح نامے پر عمل پیرا رہنے دیں اور وہ خود (امام حسینؑ) کوفہ کے لوگوں کو جمع فرما کر ان دونوں (عمرو اور عبیدہ) کو اُن پر سردار نامزد کر دیں تو وہ امیر معاویہ کی افواج میں تباہی مچا دیں گے۔

آپؑ نے فرمایا: یہ نہیں ہو سکتا، ہم عہد کر چکے ہیں اور قول و قرار ہو چکا ہے اسی طرح جب علی ابنِ محمّد ابنِ بشیر نے آپؑ کو اس گفتگو سے آگاہ کیا جو اُن کے

اور امام حسنؑ کے درمیان اِس صلح نامے کی بابت ہوئی تھی، جو امیرِ شام سے عہد کیا گیا تھا۔ تو...

آپؑ نے فرمایا: "سچ کہا ابو محمدؑ (امام حسنؑ) نے۔ اب تمھیں لازم ہے کہ ہر شخص تم میں سے خاموش ہو کر گھر بیٹھے اور بیٹھا ہی رہے اُس وقت تک جبتک کہ یہ شخص (معاویہ) زندہ ہے۔

(الاخبار الطوال ص ۲۲۲)

امام حسینؑ کی دور بین نگاہوں نے یہ دیکھ لیا تھا کہ جلد یا بدیر اس معاہدے کی خلاف ورزی کی جائے گی اور وہ وقت بھی آئے گا جب معاویہ دنیا سے رخصت ہونے سے قبل اپنا جانشین اپنے بیٹے یزید کو نامزد کرے گا۔ پھر وہ وقت ہوگا جب ہماری جانب سے دوسرا اقدام کیا جائے گا۔

یہ تھا امام حسین علیہ السّلام کا حُسنِ تدبّر، جس کی تعریف آج بھی دنیا کا ہر باشعور انسان کرتا ہے اور اخلاقی اقدار کا وہ کمال جو گزشتہ ادوار میں اُن کے نانا اور پدرِ بزرگوار کے دور میں بھی نظر آیا تھا اور جس کا اظہار آپ نے اِس وقت اپنے بڑے بھائیؑ کی زندگی میں کیا۔

معاہدے کے بعد بنی اُمیّہ نے کوئی کسر اٹھا نہ رکھی کہ اہلِ بیتِ رسولؐ اور اصحابِ باوفا اور علیؑ اور اُن کے شیعوں کی بلا جواز ایذا رسانی کی جائے اور ان کو دربدر حتیٰ کہ قتل بھی کر دیا جائے۔ لیکن دونوں بھائیوں نے بڑے صبر و ضبط اور تحمّل مزاجی کا مظاہرہ کیا، تاکہ احکام شریعت کی خلاف ورزی

نہ ہونے پائے نیز اِن کے خلاف کسی سازش کا الزام لگا کر مطعون نہ کیا جائے۔ اور جب دشمنوں کا کوئی حربہ کام نہ آیا تو در پردہ سازش کر کے امام حسنؑ کی ایک زوجہ جعدہ بنتِ اشعث کے ہاتھوں اُن کو زہر دلوایا گیا جس کی وجہ سے آپؑ ۲۸ صفر ۵۰ھ ہجری کو اِس دارِ فانی سے سفرِ آخرت کی جانب روانہ ہو کر اپنے اصل مقام اور مالک و خالق حقیقی کی بارگاہ میں حاضر ہو گئے۔

آپؑ کے جنازے پر تیر برسائے گئے تاکہ آپؑ کی تدفین رسول اللہؐ کی قبر مطہر کے پہلو میں نہ ہو سکے۔ چنانچہ امام حسینؑ نے اِس جانگاہ موقع پر اپنے انتہائی صبر و تحمل کا مظاہرہ فرمایا اور بنی ہاشم کو سمجھا بجھا کر خاموش کر دیا اور اُن کی تدفین جنت البقیع میں کی۔

(علامہ مجلسی بحار الانوار میں رقمطراز ہیں کہ)

" اِس موقع پر زوجۂ رسول خداؐ (حضرت عائشہ) بنی امیہ کو لیکر امام حسینؑ کے مقابلے کے لیے آ وارد ہوئیں۔ جب قبرِ رسولؐ کے پاس پہنچیں تو خود کو خچر سے گرا دیا اور کہا: خدا کی قسم حسنؑ یہاں تا ابد دفن نہیں ہو سکتے۔ ورنہ میں اپنے بال نوچ ڈالوں گی۔

یہ منظر دیکھ کر عبد اللہ ابنِ عباس بولے: اے حُمیرا! (عائشہ) آج تم نے یہ کوئی نئی بات نہیں کی ہے بلکہ ایک دن وہ بھی تھا جب تم اونٹ (جمل) پر نظر آئی تھیں اور تم بغلے (خچر) پر نظر آ رہی ہو، تو پھر وہ دن کب نظر آئے گا جب فیل (ہاتھی) پر سوار ہو گی۔ رسول خداؐ نے آپ کو پردے میں

بٹھا گئے تھے! در آنحضرتؐ کے بعد آپ باہر نکل پڑیں۔

کیا تم یہ چاہتی ہو کہ نورِ خدا کو بجھا دو؟ مگر اللہ نے یہ طے کر لیا ہے کہ وہ اپنے نور کو اتمام تک پہنچا کر رہے گا، خواہ مشرکین کتنی ہی اس سے کراہت کریں۔ اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَیْهِ رَاجِعُوْنَ

(بحار الانوار، عیون المعجزات)

حضرت امام حسینؑ اپنے بڑے بھائیؑ کی وفات حسرت آیات کے بعد تنہا رہ گئے اور تمام مصائب کا مقابلہ بڑی شجاعت سے کرتے رہے اور اپنی جانب سے کوئیؑ موقع ایسا نہ آنے دیا کہ صلح نامے کی خلاف ورزی کا الزام لگ سکے۔

اور اب معاویہ کی تمام تر کوشش یہ تھی کہ امام حسینؑ کی زندگی کے چراغ کو بھی اسی طرح گل کر دیا جائے جس طرح اُن کے پدرِ بزرگوار اور برادرِ محترم کو اپنے راستے سے صاف کر دیا گیا تھا اور اس کا مقصد صرف یہ تھا کہ اپنے چہیتے بیٹے یزید کی خلافت کو پروان چڑھائے۔

بالآخر ۵۶ھ ہجری میں ایک ہزار کی جمعیت سمیت یزید کی بیعت لینے کے لیے حجاز کا سفر کیا اور مدینہ منورہ آ پہنچا۔ وہاں امام حسین علیہ السّلام سے بھی ملاقات کی اور آپؑ سے بیعت کا مطالبہ کیا۔ آپؑ نے صاف الفاظ بوجوہ انکار کر دیا۔ یہ بات اگرچہ معاویہ کو ناگوار گزری لیکن حالات کے تقاضے کے تحت خاموشی اختیار کی لیکن در پردہ سازشوں میں اضافہ کر دیا۔

رجب ۶۰ھ ہجری میں معاویہ کا چراغ بھی گل ہو گیا اور یزید نے اپنا

چراغ بھر پور لَو کے ساتھ روشن کیا اور تخت نشین ہوتے ہی سب سے پہلا کام یہی کیا کہ امام حسینؑ سے بیعت لینے کے لیے والیٔ مدینہ کو لکھ بھیجا کہ یا تو حسینؑ سے بیعت لو ورنہ ان کا سر قلم کر کے میرے پاس بھیجدو۔

والیٔ مدینہ نے یزید کا حکم امام حسینؑ کو پہنچا دیا اور بیعت کا مطالبہ کیا۔ آپؑ نے انکار کیا۔ اور حالات اور مصلحت کے پیشِ نظر مدینہ چھوڑ دیا اپنے اہل و عیال، اعزاء و اقرباء کو لے کر مکہ حج کے لیے تشریف لائے۔ وہاں کے بھی حالات خراب ہو چکے تھے کیونکہ یزید نے پہلے ہی یہ حکم دیدیا تھا کہ حسینؑ کو حج کے دوران قتل کر دیا جائے۔

لہٰذا امام حسینؑ نے حج کو عمرہ میں تبدیل کر دیا اور وہاں سے کوفہ کا قصد فرمایا۔ کیونکہ کوفے والوں نے آپ کی رہنمائی کی خواہش خطوط کے ذریعہ کی تھی دورانِ سفر جب آپؑ کو اپنے سفیر حضرت مسلم ابنِ عقیلؑ کے قتل کیے جانے کی اطلاع موصول ہوئی تو آپؑ نے کوفہ جانے کا قصد ملتوی کر دیا۔

یزید نے حُر بن یزید الریاحی کی سرکردگی میں ایک فوجی دستہ امام حسینؑ کی مزاحمت کے لیے پہلے ہی بھیجدیا تھا، چنانچہ حُر نے ایک منزل پر مزاحمت کی اور آپ کا رُخ کربلا کی جانب موڑ دیا۔ مجبوراً آپؑ اپنی مختصر سی جماعت کے ساتھ ۲ محرم سنہ ۶۱ھ کو کربلا کے میدان میں وارد ہوئے۔ یہاں پہنچکر آپؑ نے کربلا کے قرب و جوار میں لینے والے قبیلۂ بنی اسد کو بلایا، یہ زمین اُس قبیلے کی ملکیت میں سے تھی۔ آپؑ نے ساٹھ ہزار درہم میں زمین

کربلا کو خرید فرمایا۔

دیکھتے ہی دیکھتے یزیدی لشکر پہ لشکر کثیر تعداد میں جمع ہو گیا اور انہوں نے امام حسینؑ کے خیمے نہرِ فرات کے کنارے سے جبراً اُٹھا دیئے اور ۷ محرّم کو، اپنی پُرانی روایات کے مطابق یعنی جس طرح معاویہ نے حضرت علیؑ اور آپؑ کے لشکر پر جنگِ صفّین میں پانی بند کر دیا تھا، امام حسینؑ پر بھی پانی بند کر دیا۔ ۹ محرّم تک امام حسینؑ نے مختلف انداز میں اہلِ مخالف کو وعظ و نصیحت فرمائی۔ تو ابنِ سعد اپنے لشکر کو لے کر آپؑ کی طرف بڑھا۔ آپؑ نے حضرت عباسؑ کو عمر ابنِ سعد کی طرف بھیجا اور فرمایا کہ: بھیّا عبّاسؑ تم خود جا کر ان لوگوں سے دریافت کہ وہ کیوں بڑھے چلے آرہے ہیں۔؟ حضرت عبّاسؑ نے جا کر دریافت کیا اور عمر ابنِ سعد کا یہ جواب امام تک پہنچا دیا۔

اُس نے کہا کہ ہمیں یزید کا حکم ہے کہ حسینؑ سے بیعت لے لو ورنہ جنگ کرو اور حسینؑ کا سر قلم کر کے میرے پاس بھیج دو۔

آپؑ نے دوبارہ پیغام بھیجا کہ ان سے ایک شب کی مہلت مانگو تاکہ ہم اس شب میں اپنے پروردگار کی عبادت کریں، دعاء و استغفار کریں کیونکہ میرا پروردگار جانتا ہے کہ میں اس کے لیے نماز پڑھنے، اس کی کتاب پڑھنے اور کثرت سے دُعائیں اور استغفار کو محبوب رکھتا ہوں اور دوسرے یہ کہ تم لوگ بھی اپنے لیے مہلت کی شب سمجھ لو، خوب غور و فکر کرو، تعقل کرو۔ کیونکہ تم نے جس کا عزم کیا ہے۔ وہ تمہارے لیے انتہائی خطرناک ثابت ہوگا۔

شبِ عاشورا کی عبادت و خطبۂ صبح

امام حسین علیہ السلام، آپؑ کے اعزاء و اقرباء اور اصحابِ باوفا نے یہ شب ایسی گزاری کہ ان کی تسبیح و تہلیل اور ذکر و مناجات کی آواز شب کے گہرے تاریک سناٹے میں اس طرح گونج رہی تھی جیسے شہد کی مکھیوں کی بھنبھناہٹ کی آواز سنائی دیتی ہے۔ کوئی رکوع میں تھا اور کوئی سجدے میں کوئی قیام میں تو کوئی قعود میں۔ جب صبح ہوئی تو نمازِ فجر آپؑ نے اپنے اصحاب کے ساتھ ادا فرمائی۔ پھر آپ نے مختصر سا خطبہ بیان فرمایا۔

"حَمِدَ اللّٰهَ وَاَثْنیٰ عَلَیْهِ ثُمَّ قَالَؑ: اِنَّ اللّٰهَ سُبْحَانَهٗ وَ تَعَالیٰ قَدْ اَذِنَ فِیْ قَتْلِکُمْ وَ قَتْلِیْ هٰذَا الْیَوْمِ فَعَلَیْکُمْ بِالصَّبْرِ وَالْقِتَالِ"

(بلاغت الحسین ص ۱۶۰-۱۶۱)

ترجمۂ خطبہ: "آپ نے پہلے حمد و ثنائے الٰہی ادا فرمائی اس کے بعد ارشاد فرمایا: بلاشبہ اللہ سبحانہٗ تعالیٰ نے آج کے دن تمہارے اور میرے قتل ہونے کا فیصلہ فرمایا ہے۔ لہٰذا تمہارا فرض ہے کہ ثابت قدمی کے ساتھ دشمنوں کے ساتھ جنگ کرو۔"

جنگ کا آغاز ہو چکا تھا۔ اس نماز میں کافی اصحاب درجۂ شہادت پر فائز ہو چکے تھے۔ اس کے بعد عصر تک ایک کے بعد ایک انصار و اعزا کی قربانی بارگاہِ خداوندی میں پیش کرتے اور ان کے لاشے اٹھا کر لاتے رہے۔

پھر آپؑ نے تن تنہا ایسی جنگ کی جس کی مثال روئے زمین پر قیامت تک نہ مل سکے گی۔ آپؑ نے تین حملے دشمنوں پر اتنے شدید کیے تھے کہ الامان الامان کی آوازیں اور قرآن نیزوں پر بلند کیے گئے۔ آپؑ نے وقت عصر ہاتھ روک دیا اور یہ بتایا کہ فاتح خیبر کا بیٹا تین دن کی بھوک و پیاس اعزاء و انصار کی قربانی اور تمام جسم اطہر زخمی ہونے کے بعد بھی ایسی جنگ کر سکتا ہے کہ جو عدیم النظیر ہے۔

وقتِ عصر نماز کے لیے قیام فرمایا، رکوع بجالائے اور سجدۂ خالق میں گئے تو شمر ذی الجوشن ملعون نے آپؑ کا سرِ اقدس تنِ اطہر سے جدا کر دیا فضا میں آواز بلند ہوئی اَلَا قُتِلَ الْحُسَیْنُ بکربلا۔ اَلَا ذُبِحَ الْحُسَیْنُ بکربلا۔

آپؑ شہادتِ عظیم پر فائز و مشرف ہوئے۔

خیموں کی تاراجی

راوی کہتا ہے کہ عمر بن سعد کے لشکر نے بیبیوں کو خیموں سے نکالکر آگ لگا دی وہ بے مقنعہ و ردا ادھر اُدھر پناہ ڈھونڈ رہی تھیں، اسوقت فوج کو فہ میں سے ایک پست آدمی نے اُم کلثوم کے گوشوارے چھین لیے اس خبیث نے روتے ہوئے فاطمہ بنت الحسینؑ کے پاؤں سے پازیب اُتار لی دختر حسینؑ نے اس سے پوچھا تم روکیوں رہے ہو؟ اس نے کہا کیونکر نہ روؤں کہ میں دختر رسول کا مال لوٹ رہا ہوں فاطمہ بنت الحسینؑ نے جب اسکی یہ محبّت دیکھی تو اس سے کہا تم ایسا نہ کرو۔ اس نے کہا ڈرتا ہوں کہ دوسرا اسے لے جائیگا (امالی شیخ صدوق مجلس ۳۰ ص حدیث ۲)

اسیرانِ کربلا کی کربلا سے روانگی

امام حسینؑ کی شہادت کے بعد عمر بن سعد دو روز تک کربلا میں رہا اور پھر کوفہ کی طرف چلا گیا اور امام حسینؑ کی بیٹیوں، بہنوں اور بچوں کو اپنے ساتھ کوفہ لے گیا، امام زین العابدینؑ ابھی تک مریض ہی تھے۔

بی بی زینبؑ مقتل میں

قافلہ کی روانگی کے وقت بی بیوں نے عمر بن سعد سے کہا: تمہیں خدا کی قسم ہمیں ہمارے مقتولوں کی لاش کے پاس لے چلو،

جب اسیروں نے شہیدوں کا ٹکرے ٹکڑے بدن دیکھا تو نالہ و شیون کی آواز بلند کی اور منہ پر طمانچے مارے۔

بعض لوگوں نے نقل کیا ہے کہ بنی امیہ نے امام حسینؑ اور ان کے اصحاب کی لاشوں کو زمین پر لٹایا اور عناد کی وجہ سے عورتوں کو آل رسولؐ کے شہداء کی طرف سے لے گئے، جب ام کلثوم نے اپنے بھائی حسینؑ کی لاش کو خاک و خون میں غلطاں بے کفن زمین پر پڑا دیکھا تو خود کو اونٹ سے زمین پر گرا دیا اور بھائیؑ کی لاش سے لپٹ گئیں۔

قرۃ بن قیس تمیمی کہتے: میں ان عورتوں کو دیکھ رہا تھا جب انہیں

ان عزیزوں کی لاشوں کی طرف سے گزارا گیا تو ایک کہرام بپا ہو گیا، میں ہر چیز فراموش کر سکتا ہوں لیکن زینبؑ بنت فاطمہؑ کے وہ کلمات میں کبھی نہیں بھول سکتا!

جو اپنے بھائی حسینؑ کی لاش پر لب پر لائی تھیں، خدا کی قسم زینب کی بیقراری اور بین نے دشمن کو بھی رونے پر مجبور کر دیا تھا

بی بی زینبؑ کبریٰ کے بین

زینبؑ نے اپنے بھائی کی لاش کو اپنے دونوں ہاتھوں پر اٹھا کر آسمان کی طرف بلند کیا اور کہا: "اِلٰهِي تَقَبَّلْ مِنَّا هٰذَا الْقُرْبَانَ"

اس کے بعد اپنے نانا حضرت محمدؐ کو مخاطب ہو کر فرمایا:

اے اللہ کے رسولؐ! زمین و آسمان کے فرشتے آپؐ پر درود بھیجتے ہیں یہ آپؐ کے حسینؑ ہیں جن کے اعضاء کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا گیا ہے، سر تن سے جدا کر دیا ہے، یہ آپؐ کا حسینؑ ہے جس کا بدن صحرا میں پڑا ہے جس پر ہوا خاک ڈال رہی ہے، جس سے ہر دوست و دشمن رو رہا ہے۔

اس کے بعد اپنی والدہ کو مخاطب کر کے کہا:

اے اماں نا! اے دختر خیر البشر صحرائے کربلا پر ایک

نظر ڈالیئے اور اپنے لختِ جگر کو دیکھیئے کہ ان کا سر دشمنوں کے نیزہ پر اور ان کا بدن خاک و خون میں غلطاں ہے اس صحرا میں آپؐ کا فرزند خاک پر پڑا ہے، اپنی بیٹیوں کو دیکھیئے ان کے خیمے جلا دیئے گئے، انھیں بے کجاوہ اونٹوں پر سوار کیا گیا اور قیدی بنایا گیا ہے ہم آپ کی اولاد ہیں جو غربت میں گرفتار ہیں پھر اشک فشانی کرتے ہوئے سیّد الشہداء کی لاش کو مخاطب کر کے کہا:

اس کے فدا جس کا لشکر دوشنبہ کے دن برباد ہوا، اس کے قربان جس کے خیموں کی رسیّاں کاٹ دی گئیں، اس کے صدقہ جو نہ گم ہے کہ اس کے لوٹنے کی امید کی جا سکے اور نہ زخمی ہے کہ اس کے صحت یاب ہونے کی توقع کی جا سکے، اس کے فدا کہ جس پر میں قربان اس کے صدقہ جو رنجیدہ خاطر، شکستہ دل اور تشنہ لب شہید کیا گیا اس کے قربان جس کی داڑھی سے خون رواں تھا، اس کے صدقہ جس کے جد رسولؐ اللہ ہیں اور وہ محمد مصطفیٰؐ رسولؐ خدیجہ الکبریٰ، علی مرتضیٰ اور سیّدۃ النساء فاطمہؑ زہرا کے فرزند ہیں، اس کے نثار جس کی نماز کے لیے سورج پلٹ آیا، اس کے بعد اصحاب رسولؐ کو مخاطب کر کے فرمایا:

افسوس! آج میرے جد رسول اللہؐ دنیا سے اُٹھ گئے ہیں، اے اصحاب رسولؐ! یہ رسولؐ کی ذرّیت ہے جن کو اسیروں کی مانند لے جا رہے ہیں۔

زینبؑ کی ان باتوں کو سُن کر دشمن کی فوج رونے لگی، صحرا کے جانور اور دریا کی مچھلیاں بے قرار ہو گئیں،

راوی کہتا ہے: اس وقت اکثر لوگوں نے دیکھا کہ گھوڑوں کی آنکھوں سے آنسو جاری ہوئے کہ ان کے سم تر ہو گئے

بی بی سکینہ اور لاش حسینؑ

سکینہ بنت الحسینؑ اپنے بابا کے جسد منوّر سے لپٹ گئیں، سوختہ جگر نے اس طرح بین کیے کہ حاضرین سر پیٹ کے اس قدر روئے کہ بے ہوش ہو گئے،

سکینہ کو باپ کی لاش سے کوئی جُدا نہ کر سکا، دشمن کی فوج میں سے کچھ سپاہیوں نے زبردستی حسینؑ کی لاش سے جُدا کیا۔

امام زین العابدین علیہ السّلام فرماتے ہیں: جب عاشور کے دن ہم پر مظالم کے پہاڑ ٹوٹنے لگے اور بابا اپنے انصار کے ساتھ جام شہادت نوش کر چکے، ان کے حرم کو اونٹوں پر سوار کر کے کوفہ کی طرف لے چلے تو میں نے دیکھا کہ لاش بے گور و کفن پڑی ہیں، یہ میرے لیے بہت

شاق تھا اس دردناک منظر کو دیکھنے سے قریب تھا کہ میری روح پرواز کر جائے جب پھوپھی زینبؑ نے میری یہ حالت دیکھی تو کہا: اے میرے جد و پدر اور بھائی کی یادگار، اتنے بے تاب کیوں ہو اور خود کو معرض خطر میں کیوں قرار دے رہے ہو؟

میں نے کہا: میں کیسے مضطرب و بے تاب نہ ہوں جبکہ میں دیکھ رہا ہوں کہ میرے بابا، بھائی چچا اور ان کے بیٹے خون میں غلطاں زمین پر پڑے ہیں، ان کا لباس تک "ظالموں نے" اُتار لیا ہے نہ کسی نے انہیں کفن دیا اور نہ سپردِ خاک کیا، کوئی اُن کے پاس نہیں آتا گویا یہ اجنبی ہیں۔

پھوپھی نے کہا: آپ ان چیزوں سے پریشان نہ ہوں کہ یہ عہد رسولؐ ہے کہ آپؑ کے جد اور والد سے کیا تھا اور خدا نے اس امت میں سے اسِ گروہ سے عہد لیا ہے جنہیں روئے زمین پر رہنے والے سرکش لوگ نہیں پہچانتے لیکن آسمان کے فرشتے انہیں اچھی طرح پہچانتے ہیں چنانچہ وہ ان پراگندہ ہڈیوں کو جمع کریں گے اور ان خون آلود لاشوں کے ساتھ دفن کر دیں گے اور اس سرزمین کربلا پر آپؑ کے والد حسینؑ کی قبر کی ایسی نشانی قائم کر دیں گے کہ جس کے آثار نہیں مٹیں گے اور کفر و ضلالت کے سرغنہ ان آثار کو مٹانے کی جتنی زیادہ کوشش کریں گے یہ اتنے ہی نمایاں ہونگے۔

ان کے درمیان جنت کے جوانوں کے سردار کی لاش کی ایسی دلسوز حالت تھی کہ اسے دیکھ کر پتھر کا دل بھی پاش پاش ہو جاتا تھا اس مطہر بدن

کے آس پاس نورِ الہیٰ برس رہا تھا اور اس سے عطر کی خوشبو آرہی ہے۔

لاشوں کی تدفین

بعض مصادر میں لکھا ہے کہ قبیلہ بنی اسد میں سے کچھ لوگ امام حسینؑ اور ان کے انصار کی لاش کو دفن کرنے کے لیے آئے لیکن اکثر لاشیں بے سر کی تھیں بلکہ "ظالم" لباس تک اُتار لے گئے تھے، زیادہ تر لاشیں پارہ پارہ تھیں پہچان میں نہیں آتی تھیں، اس لیے بنی اسد والے حیرت زدہ رہ گئے تھے اسی وقت امام زین العابدینؑ تشریف لائے اور بنی اسد کو لاشوں کی پہچان کرائی اور آپؑ نے اپنے والد کی لاش دفن کرنے کا اقدام کیا نیز گریہ کرتے ہوئے فرمایا:

> خوش نصیب ہے وہ زمین جس نے آپ کی لاش کو اپنی آغوش میں لیا ہے دنیا آپ کے بعد تاریک اور آخرت آپؑ کے نور سے روشن ہے، رہی میری بات تو راتوں کو نیند نہیں آتی اور غم والم کا سلسلہ ختم ہونے والا نہیں ہے یہاں تک کہ خدا آپؑ کے اہلبیت کو بھی آپؑ سے ملحق کر دے اور آپؑ کی پناہ میں جگہ مرحمت فرمائے رسولؐ آپ پر میرا سلام اور اللہ کی رحمت و برکتیں ہوں،

اس کے بعد قبر مطہر پر لکھا "ھذا قبرُ الحسینْ بن علی بن ابی

طالب الذی قتلوہ عطشاناً غریباً ہ

پھر حضرت علی اکبرؑ کی لاش کو آپ کے پائینتی دفن کیا اور اس کے بعد آپ کے فرمان کے مطابق باقی اہلبیت کے شہیدوں کو امام حسینؑ کی قبر کے پاس ایک جگہ دفن کیا گیا، بنی اسد امام زین العابدینؑ کے ساتھ قمر بنی ہاشم کو دفن کرنے کے لیے علقمہ کی طرف چلے اور آپ کی لاش کو اسی جگہ دفن کیا جہاں شہید ہوئے تھے، امام زین العابدین علیہ السّلام نے بہت گریہ کیا اور فرمایا:

اے قمر بنی ہاشم آپ کے بعد دنیا پر خاک، آپ پر
میرا سلام اور خدا کی رحمت و برکت ہو۔

اس کے بعد بنی اسد نے اصحاب کو ایک جگہ دفن کیا اور حبیب بن مظاہر کو اسی جگہ سپرد خاک کیا جہاں آج آپ کی قبر ہے اور چونکہ وہ بنی اسد سے تھے ان کے خاندان کے رئیس تھے اس لیے انھیں امام حسینؑ کے سر کے نزدیک دفن کیا:

حر بن یزید وہیں دفن ہوئے جہاں شہید ہوئے تھے، بنی اسد عرب کے تمام قبائل پر فخر کرتے تھے کہ ہم نے امام حسینؑ اور ان کے اصحاب پر نماز پڑھ کر دفن کیا ہے۔

لاشیں دن میں دفن ہوئیں یا رات میں

بعض اربابِ مقاتل نے لکھا ہے کہ لاشیں ۱۲ محرّم کو دن میں دفن ہوئی ہیں اور بعض نے تحریر کیا ہے کہ لاشیں تیرہویں کی شب میں دفن ہوئی ہیں لیکن صحیح قول یہ لگتا ہے کہ لاشیں بارہویں کی شب میں دفن ہوئی ہیں:

کوفہ میں اسیروں کا داخلہ

مسلم حصّاص کہتے ہیں:

عبید اللہ بن زیاد نے مجھے دار الامارہ کی مرمّت کے لیے بلایا، میں دار الامارہ کی چونا کاری میں مشغول تھا کہ اچانک میں نے شور وغُل کی آواز سُنی، میں نے اپنے ساتھ والے خدمت گار سے پوچھا: کیا ہوا کہ کوفہ نالہ وشیون کی آواز سے گونج رہا ہے،

اس نے کہا: ابھی لوگ اس خارجی کا سر لائے ہیں جس نے یزید کے خلاف بغاوت کی تھی، میں نے اس سے اس کا نام معلوم کیا تو اس نے کہا: حسینؑ بن علیؑ:

مسلم کہتے ہیں: میں کچھ دیر تک متحیّر رہا اور جیسے ہی وہ خدمت گار کسی کام کے لیے گیا تو میں نے شدّتِ غم والم سے اپنے منہ پر طمانچہ مارا، میں نے کاری چھوڑ کر منہ ہاتھ دھویا اور دار الامارہ کے پیچھے سے باہر نکل آیا اور

وہاں تک پہنچ گیا وہاں کھڑا ہو کر دیکھا کہ لوگ اسیروں اور مقتولوں کے سروں کی آمد کے منتظر ہیں اسی اثناء میں دیکھا کہ چالیس اونٹ آتے ہیں جن پر اہلبیتؑ رسولؐ کی عورتیں سوار ہیں،

ناگہاں میں نے امام سجادؑ کو دیکھا کہ بے کجاوہ اونٹ پر سوار ہیں اور خاردار نار کی وجہ سے گلے کی رگوں سے خون بہہ رہا ہے

مسلم کہتے ہیں:

میں نے دیکھا کہ اہل کوفہ اونٹوں پر سوار ہو کے بچّوں کو خرمہ و روٹی دے رہے ہیں، ام کلثوم نے جب ان کی یہ نازیبا حرکت دیکھی تو آپ نے فرمایا:

کوفہ والو! ہمارے خاندان پر صدقہ حرام ہے اور خرمہ و روٹی بچّوں سے لے لی۔ کوفی اپنی حرکت اور اہلبیتؑ کی ہتک پر آنسو بہانے لگے،

ام کلثوم نے ایک بار پھر انہیں مخاطب کر کے فرمایا: اے کوفہ والو! تمھارے مرد ہمیں قتل کرتے ہیں اور تمھاری عورتیں ہم پر روتی ہیں؟ ہمارا اور تمھارا فیصلہ خدا ہی کرے گا اور قیامت کے دن ہمارے اور تمھارے درمیان فیصلہ ہوگا،

مسلم کہتے ہیں: اسی درمیان میں رونے پیٹنے کی آواز بلند ہوئی میں نے دیکھا کہ کربلا کے شہیدوں کے سر لائے گئے ان میں آگے آگے امام حسینؑ کا سر مقدس ہے امام حسینؑ کا سر چاند اور ستارۂ زہرہ

کی مانند چمک رہا ہے رسولؐ سے مشابہ ہے اس وقت اس نورانی اور چاند سے سر پر زینبؑ کی نظر پڑی تو اس نورانی سر کی طرف اشارہ کر کے فرمایا:

اے میرے چاند تو اپنے کمال پر پہنچا مگر تجھے گہن لگ گیا اور غروب ہو گیا اے میرے دل کے ٹکڑے یہ تو میں نے کبھی سوچا بھی نہیں تھا کہ ایسا دن دیکھنا پڑے گا، بھائی اپنی چھوٹی بچی سے بات کیجیئے کہ جس کا دل اس مصیبت پر شق ہوا جا رہا ہے، اے بھائی آپ تو ہم پر بہت شفیق تھے اب وہ شفقت اور محبّت کیا ہوئی اے بھائی کاش آپ اپنے بیٹے علیؑ کو اسیری کی حالت میں دیکھتے کہ آپ کے یتیم میں بات کرنے کی بھی سکت نہیں ہے، جب بھی ظالم ان کو کوڑے لگاتے،

کوفہ والو! اے مکّار و خیانت کار لوگو! اے بے غیرت لوگو! خدا کرے کہ تمھاری آنکھوں سے آنسوؤں کا سیلاب نہ رکے اور تمھارے نالوں کا سلسلہ ختم نہ ہو تمھاری مثال اس عورت کی سی ہے جس نے اپنا سارا سوت کات کر ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالا ہو، نہ تمھارے عہد و پیمان کی کوئی قدر و قیمت ہے اور نہ تمھاری قسم کا کوئی اعتبار ہے،

تمھارے پاس جھوٹی باتوں اور غرور دشمن کے علاوہ اور کیا ہے، تمھاری مثال ان کنیزوں کی سی ہے جن کا کام چاپلوسی اور سخن چینی ہے یا گھورے پر اُگی ہوئی گھاس کی مانند ہو یا ایسی چاندی کی طرح ہو جس سے قبروں کو سجایا جائے، تمھارا ظاہر پُر فریب و خوبصورت لیکن باطن منفور و ناپسند ہے اپنی آخرت کے لیے تم نے کتنا بُرا توشہ فراہم کیا ہے، اپنے لیے کتنا بُرا توشہ بھیجا ہے جس سے خدا کو غضبناک کیا ہے اور اس کے ہمیشہ عذاب کو خرید لیا ہے، کیا تم میرے بھائی حسینؑ کے لیے رو رہے ہو، روؤ کہ تم اسی لائق ہو، ہنسو کم روؤ زیادہ کہ تمہارے دامن پر ذلّت کی گرد بیٹھ چکی ہے، یہ بدنامی کا داغ تمہارے دامن پر ہمیشہ رہے گا اسے ہرگز نہ چھڑا سکو گے۔

اور اس دھبے کو تم کیسے چھڑا سکتے ہو کہ تم نے جنّت کے جوانوں کے سردار اور فرزندِ رسولؐ کو قتل کیا ہے جو جنگ میں تمھاری پناہ گاہ تھا اور صلح کے زمانے میں تمھارے آرام و سکون کا باعث تھا تمھارے اُوپر خون آلود دہن سے ہنستے نہیں تھے،

سختیوں اور مشکلوں میں وہی تمھاری اُمید تھے

تھے اور جنگ و جدال کے زمانہ میں تم ان کے پاس پناہ ڈھونڈتے تھے،

آگاہ ہو جاؤ تم نے آخرت کے لیے جو چیز پہلے سے بھیج دی ہے وہ بہت بُرا توشہ تھا اور جس گناہ سے قیامت تک تمھاری کمر جھکی رہے گی وہ بہت بڑا گناہ ہے،

خدا تمھیں نابود کرے اور تمھارے پرچم ہمیشہ سرنگوں رہیں، تمھاری کوشش نے صرف ناامیدی کا ثمرہ دیا اور تمھارے ہاتھ کاٹ دیئے گئے، تمھارے مال میں خسارہ ہوا، اپنی جان کے عوض خدا کی ناراضگی خریدی اور تمھاری شرمندگی یقینی ہوگئی کیا تم جانتے ہو کہ تم نے رسولؐ کی اولاد میں سے کس کا خون بہایا ہے اور تم نے کون سا پیمان توڑا ہے اور اہل حرم کو بے پردہ کیا ہے، کس کی ہتک عزت کی ہے اور کس کس کا خون بہایا ہے،

تم نے بہت بُرا کام کیا ہے نزدیک ہے کہ اس سے آسمان گر پڑے اور زمین دھنس جائے اور پہاڑ ریزہ ریزہ ہو جائیں کتنی بڑی مصیبت! جان سوز، طاقت فرسا اور ایسی پریشانیوں میں لپٹی ہوئی کہ جن سے مفر نہیں اور اتنی بڑی ہے کہ پہاڑ ریزہ ریزہ ہو جائیں،

اگر اس مصیبت پر آسمان سے خون برسے تو کیا تمھیں تعجب ہوگا آخرت کے عذاب سے زیادہ تمھیں کوئی چیز رسوا کرنے والی نہیں ہے۔

اور ان اموی حکومت کے سرغناؤں کی کسی طرف سے مدد نہیں ہوگی۔

اس مہلت سے تمہیں مغرور نہیں ہونا چاہیے کہ خدا کسی کام میں عجلت کرنے سے منزہ ہے اور بے گناہ خون کو پامال کرنے سے ڈرو کہ وہ انتقام لینے والا ہے اور ہمیں تمھیں دیکھ رہا ہے۔ پھر آپ نے شعر پڑھے جس کا ترجمہ حسبِ ذیل ہے۔

جب رسولؐ تم سے پوچھیں گے یہ تم نے میرے اہلبیتؑ اور اولاد کے ساتھ کیا کیا ہے ان میں سے بعض اسیر اور بعض خون میں تڑپ رہے تھے۔

اے کوفیو! تمھارے چہرے منفور ہو جائیں تم نے حسینؑ کو میدانِ جنگ اور دشمن کے ہاتھ میں تنہا چھوڑ دیا اور انہیں قتل کر دیا، اسی پر اکتفا نہ کی ان کا مال و اسباب بھی لوٹ لیا گویا وہ مال تمھیں میراث میں ملا ہے پردہ نشین حرم کو تم نے اسیر کیا اور آزار و اذیت پہنچائی

خدا تمھیں نابود کرے، کیا تم جانتے ہو کہ تم نے خود کو کس مشکل میں مبتلا کیا ہے اور کتنے بڑے گناہ کا بار اپنے دوش پر اٹھا رکھا ہے اور کتنا مقدّس خون بہایا ہے اور کیسی شریف عورتوں کو سوگ میں بٹھایا ہے کن لڑکیوں کے سروں سے چادر چھینی ہے اور کونسا مال لوٹا ہے، رسولؐ کے بعد جو بہترین مرد تھے انہیں تم نے تہ تیغ کر دیا گویا تمہارے دل سے محبّت و رحم ختم ہو گیا، جان لو کہ اللہ والے "حزب اللہ" کامیاب اور شیطان کے پٹھو "حزب شیطان" گھاٹا اٹھانے والے ہیں اس کے بعد یہ اشعار پڑھے: جن کا اردو ترجمہ درجِ ذیل ہے:

تمہاری ماں تمھارے غم میں بیٹھے تم نے میرے بھائیؑ کو بے چارگی کی حالت میں قتل کیا ہے عنقریب اس کی جزا تمھیں جہنّم کے بھڑکتے ہوئے شعلوں کی صورت میں دی جائے گی، تم نے اس پاک خون کو زمین پر بہایا ہے جس کی حرمت کا قائل خود خدا اور قرآن مجید اور اللہ کا رسولؐ ہے اب میں تمھیں آتشِ جہنّم کی بشارت دیتی ہوں کل تم ضرور جہنّم کے شعلوں میں جلو گے اور ابدی عذاب میں مبتلا ہو گے میں زندگی بھر اپنے بھائیؑ پر روتی رہوں گی کہ رسولؐ کے بعد وہ سب سے بہتر تھے

اور ایسے ہی روؤں گی اور میرے آنسوؤں کا مینہ برستا ہی رہے گا۔

راوی کہتا ہے کہ اس دن سے زیادہ کسی عورت، مرد کو روتے ہوئے نہیں دیکھا گیا ہے:

اسی اثناء میں امام زین العابدینؑ اٹھے لوگوں کو خاموش ہو جانے کا اشارہ کیا، لوگوں کی سانس جہاں تھی وہیں رک گئی، مجمع پر سناٹا چھا گیا، امام زین العابدینؑ نے اپنا تاریخی خطبہ شروع کیا: خدا کی حمد و ثناء اور رسولؐ پر درود و سلام بھیجنے کے بعد فرمایا:

لوگو! جو مجھے جانتا ہے وہ جانتا ہے کہ میں کون ہوں لیکن جو مجھے نہیں جانتا وہ جان لے کہ میں علیؑ ہوں اس حسینؑ کا بیٹا جسے فرات کے کنارے "تشنہ لب" بے گناہ قتل کیا گیا، میں اس کا بیٹا ہوں کہ جس کے حرم کی ہتک حرمت کی گئی، جس کا مال لوٹ لیا گیا جس کے خاندان والوں کو قیدی بنا لیا گیا، میں اس کا بیٹا ہوں جسے بے چارگی کی حالت میں شہید کیا گیا میرے لیے اتنا ہی فخر کافی ہے۔

لوگو! میں تمہیں خدا کی قسم دے کر پوچھتا ہوں کیا تمہیں یاد ہے کہ تم نے میرے والد کو خط لکھے اور پھر انہیں دھوکہ دیا، تمھیں یاد ہے کہ ان سے وفاداری کا عہد کیا ان کے" اور ان

کے نمائندہ کے" ہاتھ پر بعیت کی لیکن "وقت پر" انہیں تنہا چھوڑ دیا، اسی پر اکتفا نہ کی بلکہ ان سے جنگ کے لیے اُٹھ کھڑے ہوئے۔

خدا تمہیں موت دے! تم نے کتنا بُرا توشہ اپنے لیے بھیجا ہے اور تمھاری رائے کتنی بُری اور ناپسند تھی، تم کس آنکھ سے رسولؐ کا دیدار کرو گے جب وہ تم سے کہیں گے کہ تم نے میرے اہلبیت کو قتل کیا میرے حریم کی حرمت کو پامال کیا گویا تم میرے امتی نہیں ہو،

امام زین العابدینؑ کے یہ سخن سُن کر سارا مجمع رونے لگا اور ایک دوسرے سے کہنے لگے تباہ ہو گئے اور ہوش نہ کیا؟ امام زین العابدینؑ نے خطبہ جاری رکھتے ہوئے فرمایا:

خدا رحم کرے اس پر جو میری نصیحتوں پر کان دھرے، قبول کرے، اور خدا و رسولؐ اور ان کے اہلبیت کے بارے میں میری وصیت کو دل میں محفوظ کرے میں نیکی کے ساتھ رسولؐ کا ذکر کرتا ہوں اور ان کے کردار کو اپناتا ہوں۔

سو آدمیوں نے آواز بلند کی۔

اے فرزندِ رسولؐ: ہم آپ کے حکم کے فرمانبردار

ہیں،" آپ کے عہد کو محترم سمجھتے ہیں اور ہمارے دل آپ ہی کی طرف لگے ہوئے ہیں، ہمارے دلوں میں آپ ہی کی محبت ہے،

خدا آپ پر رحم کرے: آپ حکم دیجئے کہ جو آپ کے آڑے آئے اس سے جنگ کریں اور جو آپ کا فرمان تسلیم کرے اس سے صلح کریں اور یزید کو تختِ حکومت سے اُتار کر، قید کریں جنھوں نے آپ کے خاندان والوں پر ظلم کیا، ان سے بیزاری اختیار کرتے ہوئے ان سے آپ کے اصحاب و ذرّیت کے خون کا انتقام لیں۔

امام نے فرمایا:

دُور ہو جاؤ! اے دھوکہ باز اور بے وفا لوگو! تمھارے اور تمھارے نفسوں کی خواہشوں کے درمیان پردہ حائل کر دیا گیا ہے، کیا تم میرے ساتھ بھی وہی سلوک کرنا چاہتے ہو جو میرے بزرگوں کے ساتھ کر چکے ہو اطمینان رکھو! میں تمھاری باتوں میں آنے والا نہیں ہوں، ایسا ہرگز نہیں ہوگا،

منیٰ کی طرف جانے والے اونٹوں کے خدا کی قسم آج تک میرے دل کا وہ زخم نہیں بھرا ہے جو میرے والد

بھائیوں اور اصحاب کے قتلِ عام سے لگا تھا، ابھی میں رسولؐ کی رحلت کے ہی داغ کو نہیں بھلا سکا تھا کہ میرے والد، بھائیوں اور دادا کے غم نے میری داڑھی اور سر کے بال سفید کر دیئے ابھی اس غم کی تلخی اپنے حلق میں محسوس کرتا ہوں یہ جانگداز غم میرے سینے میں رہ گئے ہیں، اب تم سے میں یہ چاہتا ہوں کہ نہ تم ہماری طرفداری کرو اور نہ ہم سے جنگ کرو، امام زین العابدینؑ نے ان اشعار پر اپنا خطبہ تمام کیا جن کا اردو ترجمہ حسبِ ذیل ہے:

یہ تعجب کی بات نہیں ہے کہ حسینؑ شہید کر دیے گئے ان کے والد علیؑ جو کہ حسینؑ سے بہتر تھے، وہ بھی شہید ہوئے تھے کوفہ والو! خوشی نہ مناؤ! حسینؑ پر جو مصیبت پڑی ہے یہ بہت بڑی مصیبت ہے فرات کے کنارے شہید ہونے والے کے میں قربان اور جس نے انہیں شہید کیا ہے اس کی سزا جہنم ہے۔

کوفہ کا دارالامارہ

عبید اللہ ابن زیاد نے نخیلہ کی چھاؤنی سے دارالامارہ میں واپس آنے کے بعد امام حسینؑ کے سرِ اقدس کو اپنے سامنے رکھا کہ ناگہاں دارالامارہ کے در و دیوار سے خون اُبلنے لگا، اور دارالامارہ کے

بعض حصّہ میں آگ لگ گئی اور اس کے شعلے ابن زیاد کی طرف بڑھے عبیداللہ بے اختیار اپنی جگہ سے اُٹھ کر بھاگا اور دارالامارہ کے کمرے میں پناہ لی، اسی اثناء میں سرِ حسینؑ گویا ہوا، عبیداللہ اور ان لوگوں نے سُنا جو کہ دارالامارہ میں موجود تھے، فرمایا:

فرار کر کے کہاں جائے گا اگر دنیا میں آگ سے بچ جائے گا تو آخرت میں جہنم میں جلے گا اس کے بعد آگ بُجھ گئی، اور امام حسینؑ کا سر بھی خاموش ہو گیا دیکھنے والوں کے دلوں میں اس منظر کو دیکھ کر عجیب خوف و ہراس بیٹھ گیا:

دربار ابنِ زیاد

اس کے بعد حسینؑ بن علیؑ کے اہلبیتؑ کو ابن زیاد کے دربار میں لایا گیا، ان کے ساتھ امام حسینؑ کی بہن زینبؑ بھی پُرانے لباس میں ملبوس دربار میں داخل ہوئیں اور دارالامارہ کے ایک گوشہ میں بیٹھ گئیں، کنیزیں آپ کے پاس جمع ہو گئیں۔

ابن زیاد نے پوچھا یہ کون ہے جو عورتوں کے ساتھ وہاں بیٹھی ہوئی ہے،

زینبؑ نے کوئی جواب نہ دیا، دو تین بار اس نے یہی سوال دہرایا تو ایک کنیز نے کہا:

یہ زینبؑ بنتِ فاطمہؑ بنتِ رسولؐ ہیں،

ابن زیاد نے زینبؑ کو مخاطب کر کے کہا: حمد و ستائش ہے اس خدا کے لیے جس نے تمہیں رسوا و قتل کیا، اور تمھارے جھوٹ کو آشکار کر دیا:

جناب زینبؑ نے فرمایا: حمد و ستائش ہے اس خدا کے لیے جس نے ہمیں اپنے رسولؐ محمدؐ کے ذریعہ عزت بخشی، کثافتوں سے ہمیں پاک رکھا، ذلیل تو فاسق ہوتا ہے اور نابکار جھوٹ بولتا ہے اور ہم ایسے نہیں ہیں بلکہ غیر ایسا ہے۔

ابنِ زیاد نے کہا: دیکھا خدا نے تمھارے اور تمھارے بھائی کے ساتھ کیا کیا؟

زینبؑ نے فرمایا: خدا کی طرف سے میں نے بہتر ہی دیکھا، یہ ایک جماعت تھی جس کے لیے خدا نے شہادت لکھ دی تھی چنانچہ وہ ابدی قیام گاہ میں جا کر محو آرام ہو گئے ہیں، قیام کے دن خدا ان کے اور تمھارے درمیان فیصلہ کرے گا اور تجھ سے خون کا قصاص لے گا، اس روز تجھے معلوم ہو جائے گا کہ کامیاب کون ہے؟ ابن مرجانہ تیری ماں تیرے سوگ میں بیٹھے۔

یہ جملے سن کر عبید اللہ بن زیاد کو غصہ آ گیا اور اس نے جناب زینبؑ کو قتل کرنے کا ارادہ کر لیا، عمرو بن حریث نے اس سے کہا: یہ عورت ہیں اور

عورت کی بات کا لوگ بُرا نہیں مانتے،

ابن زیاد نے کہا: خدا نے میرے دل کو، حسینؑ اور تمہارے خاندان کے قتل کرنے سے تسلّی دی ہے یہ سُن کر جناب زینبؑ بہ چیخ مار کر رونے لگیں اور کہا: قسم اپنی جان کی، تو نے میرے سردار کو قتل کیا میری عمر کی شاخ کو قطع کر دیا اور میری جڑ کاٹ دی ہے، اگر تیرے دل کا آرام اسی میں تھا تو تجھے آرام مل گیا ہے،

ابن زیاد نے کہا: یہ عورت موزون اور ہم آہنگ بات کہتی ہے اس کا باپ بھی ایسا ہی تھا اور مشہور شاعر سمجھا جاتا تھا،

زینبؑ نے فرمایا: عورت کو مسجع گوئی سے کیا کام؟ جو کچھ میری زبان پر جاری ہوا وہ میرے دل کا سوز تھا، تو اس شخص پر تعجب ہوتا ہے کہ جس کو ائمہ کے قتل میں آرام ملتا ہے اور یہ جانتا ہے کہ روز جزاء اس سے انتقام لیا جائے گا،

اسی وقت عبید اللہ بن زیاد نے علی بن الحسینؑ کی طرف دیکھا اور کہا: یہ کون ہے؟

بتایا گیا: علی بن الحسینؑ ہیں،

ابن زیاد نے کہا: خدا نے علی بن الحسینؑ کو قتل نہیں کیا،

علی بن الحسینؑ نے فرمایا: میرے ایک بھائی تھے ان کا نام بھی علی بن الحسینؑ تھا انہیں لوگوں نے قتل کیا ہے،

عبید اللہ بن زیاد نے کہا: بلکہ اسے خدا نے قتل کیا ہے۔

علی بن الحسینؑ نے فرمایا: واللہ یتوفی الانفس حین موتھا والتی لم تمت فی منامھا۔ موت کے وقت خدا روح قبض کرتا ہے،

ابن زیاد کو غصہ آگیا اس نے کہا: میرے جواب میں جسارت کر رہے ہو اس کی گردن ماردو!

جب زینبؑ نے یہ صورتحال دیکھی تو امام سجادؑ سے لپٹ گئیں اور فرمایا: زیاد کے بیٹے تو جتنا ہمارا خون بہا چکا ہے وہی کافی ہے، خدا کی قسم میں اس سے جدا نہیں ہوں گی اور تو انہیں قتل کرنے کا ارادہ کر چکا ہے تو ان کے ساتھ مجھے قتل کردے۔

ابن زیاد نے لمحہ بھر زینب اور علی بن الحسینؑ کی طرف دیکھا اور کہا: کتنی تعجب انگیز قرابت داری ہے خدا کی قسم یہ عورت اپنے بھتیجے کے ساتھ قتل ہو جانے کو پسند کرتی ہے، میں سمجھتا ہوں کہ یہ جوان اسی بیماری میں مر جائے گا۔

علی بن الحسینؑ نے اپنی پھوپھی زینبؑ کو مخاطب کر کے فرمایا: پھوپھی مجھے چھوڑ دیجئے میں بات کرتا ہوں، پھر آپ نے ابن زیاد کی طرف رُخ کر کے فرمایا:

کیا تو مجھے موت سے ڈراتا ہے، کیا تو نہیں جانتا کہ قتل ہونا ہماری عادت ہے اور راہِ خدا میں شہادت ہمارے لیے باعثِ شرف ہے۔

ابن زیاد نے اپنے کارندوں کو حکم دیا کہ امام زین العابدینؑ اور ان کے اہلبیتؑ کو کوفہ کی جامع مسجد کے برابر والے مکان میں لیجاؤ۔

امام حسینؑ کا سرِ مقدس

مورخین نے لکھا ہے کہ ابن زیاد ہاتھ کی چھڑی امام حسینؑ کی آنکھوں ناک اور دہن مبارک پر لگا رہا تھا اور کہہ رہا تھا، کتنے اچھے دانت ہیں، زید بن ارقم روتے ہوئے اٹھے اور بلند آواز میں کہا: حسینؑ کے لب اور دانتوں سے چھڑی ہٹا لے کہ میں نے اپنی آنکھوں سے رسولؐ کو ان لبوں اور دانتوں کا بوسہ لیتے ہوئے دیکھا ہے۔

ابن زیاد نے ان سے کہا:

اے دشمن خدا تمھاری آنکھوں کو خدا رلائے اگر تم طویل العمر اور ضعیف نہ ہوتے تو اور عقل نہ کھو دیئے ہوتے تو میں تمھاری گردن مار دیتا۔

زید نے کہا: میں تم سے اس سے بھی زیادہ اہم بات کہتا ہوں۔ میں نے رسولؐ کو دیکھا کہ حسنینؑ کو زانو پر بٹھلائے ہوئے ہیں اور اپنا ہاتھ ان کی گردن کے پیچھے لگائے ہوئے ہیں اور فرما رہے ہیں،

اے اللہ میں ان دونوں عزیزوں اور صالح مومنین کو تیرے سپرد کرتا ہوں اور رسولؐ کی امانت کے ساتھ یہ سلوک کرتا ہے۔

اس کے بعد زید روتے ہوئے دار الامارہ سے باہر نکل آئے اور بلند

آواز میں کہا: لوگو! آزاد آدمی کا غلام مرد بن گیا ہے، عرب والو! آج کے بعد سے تم غلام ہو کہ تم نے فرزندِ فاطمہؑ کو قتل کیا ہے اور زنازادہ کو اپنا حاکم بنالیا ہے

زندان کوفہ

عبید اللہ نے حکم دیا کہ اہلبیت کو قید خانہ میں واپس لے جاؤ اور قتلِ حسینؑ کی خبر قاصدوں کے ذریعہ ہر جگہ پہونچا دی۔

طبری نے نقل کیا ہے کہ جب امام حسینؑ کی شہادت کے بعد اسیروں کا قافلہ کوفہ پہنچا تو عبید اللہ نے حکم دیا کہ انہیں قید کر دیا جائے، اہلبیت قید خانہ ہی میں تھے کہ ایک روز قید خانہ میں اچانک ایک پتھر گرا جس سے ایک خط بندھا ہوا تھا، اس میں لکھا تھا، ایک تیز رفتار قاصد شام یزید کے پاس گیا ہے اور آپ لوگوں کی خبر اس نے یزید تک پہنچا دی ہے، قاصد فلاں دن کوفہ سے نکلا اتنی مدت میں شام پہنچا اور اتنی مدت اسے واپسی میں لگے گی، فلاں دن کوفہ پہنچے گا، اگر آپ لوگ تکبیر کی آواز سنیں تو سمجھ لینا کہ آپ حضرات کے قتل کا حکم لایا ہے اور تکبیر کی آواز نہ سنیں تو سمجھ لینا کہ امن و سلامتی ہے انشاء اللہ۔

ابھی اس قاصد کے پہنچنے میں دو یا تین روز باقی تھے کہ پھر قید خانہ میں ایک پتھر گرا خط کے ساتھ سر مونڈنے والا ایک بلیڈ بھی بندھا ہوا

تھا، خط میں لکھا تھا کہ: اگر کوئی وصیت کرنا چاہتے ہو تو کر دو کہ فلاں دن قاصد لوٹے گا،

وہ دن بھی آگیا لیکن تکبیر کی آواز نہیں سنی گئی، یزید نے لکھا تھا کہ اسیروں کو دمشق بھیج دو۔

عبید اللہ کا خط یزید کے نام

عبید اللہ بن زیاد نے یزید کو خط لکھا اور اسے امام حسینؑ اور اہلبیت کی شہادت سے خبردار کیا،

پھر ابن زیاد نے جندب بن عبد اللہ کو دربار میں طلب کیا،

جب سپاہیوں نے حاضر کیا تو ابن زیاد نے کہا: اے دشمنِ خدا! کیا تو ابو تراب کے انصار میں سے نہیں ہے؟

انہوں نے جواب دیا: ہاں! اس عذر کی بنا پر جو میں بیان کروں گا:

ابن زیاد نے کہا: میں تمھارا خون بہا کر خدا کا تقرب حاصل کروں گا،

جندب بن عبد اللہ نے کہا: اس صورت میں خدا ہرگز تجھے اپنا تقرب عطا نہیں کرے گا بلکہ تجھے مردود قرار دے گا،

عبید اللہ بن زیاد نے کہا: یہ بوڑھا ہے، اس کی عقل زائل ہو گئی ہے،

اس کے بعد ان کے قتل کا حکم دے دیا۔

عمر بن سعد کی پشیمانی

عمر بن سعد جب کربلا سے کوفہ واپس آیا اور دارالامارہ میں عبیداللہ بن زیاد کے پاس گیا تو عبیداللہ نے اس سے کہا: جو حکم نامہ میں نے تمہیں قتل حسینؑ کے لیے دیا تھا وہ مجھے دو،

عمر بن سعد نے کہا: وہ گم ہوگیا ہے

عبیداللہ بن زیاد نے کہا: اسے لاؤ۔

عمر بن سعد نے کہا: میں نے وہ حکم نامہ اس لیے رکھ چھوڑا ہے کہ اگر قریش کی بوڑھی عورتیں اعتراض کریں تو وہ میرے لیے عذر بن جائے، اس کے بعد کہا: خدا کی قسم میں نے حسینؑ کے بارے میں تمہیں نصیحت کی تھی، اگر میرے باپ سعد بھی مشورہ کرتے تو ان کا بھی حق ادا کر دیتا،

عثمان بن زیاد "عبیداللہ بن زیاد کے بھائی" نے کہا: سچ کہتے ہو، کاش زیاد کی اولاد میں قیامت تک عورتیں ہی ہوتیں اور ان کی ناک میں نتھ ڈال دی گئی ہوتی اور حسینؑ قتل نہ کیے گئے ہوتے اور عبیداللہ بن زیاد یہ کام نہ کرتا،

عمر بن سعد، ابن زیاد کے پاس سے اٹھا اور دارالامارہ سے باہر آیا اور کہا: خدا کی قسم مجھ سے زیادہ کوئی بھی نقصان اٹھا کر نہیں لوٹا۔ میں نے

عبید اللہ کے حکم پر عمل کیا ہے خدا کے حکم کی نافرمانی اور رشتہ کا لحاظ نہ کیا۔

اہل کوفہ ابن سعد سے علیحدہ ہو گئے اور وہ جس جماعت کے پاس سے بھی گزرتا تھا وہی اس سے منہ پھیر لیتی، وہ مسجد میں جاتا تو لوگ باہر نکل آتے تھے، ہر آدمی اسے دیکھ کر گالی دیتا تھا، پھر وہ مرتے دم تک خانہ نشین ہی رہا۔

حمید بن مسلم کہتا ہے: عمر بن سعد کی مجھ سے دوستی تھی، کربلا سے لوٹ کر میں احوال پرسی کے لیے اس کے پاس گیا اس نے کہا: میرا حال نہ پوچھو! کیونکہ مجھ سے بدتر کوئی مسافر بھی گھر نہیں لوٹا، میں نے اپنی قرابتداری کا لحاظ نہ کیا اور بڑے گناہ کا مرتکب ہوا۔

اسیرانِ کربلا کی شام کی طرف روانگی

ابن زیاد نے زحر بن قیس کو بلایا تاکہ وہ کربلا کے تمام شہیدوں کے سروں کے ساتھ امام حسینؑ کے سر مبارک کو یزید بن معاویہ کے پاس شام لے جائے اور ابو بردہ بن عوف ازدی اور طارق بن ابی ظبیان ازدی کو اس کے ساتھ بھیجا۔

لیکن سید بن طاؤس کہتے ہیں: جب یزید بن معاویہ کو عبید اللہ کا خط ملا اور وہ اس کے مضمون سے آگاہ ہوا تو اس نے اس کا جواب دیا

اور عبید اللہ کو حکم دیا کہ حسینؑ کے اہلبیتؑ اور دیگر شہیدوں کے سروں کے ساتھ آپ کا سر شام بھیج دو، ابنِ زیاد نے محفر بن ثعلبہ کو بلایا اور شہیدوں کے پاکیزہ سروں اور اہلبیت کو اس کے سپرد کیا اور وہ ان کو کفار کے اسیروں کی طرح شہروں میں تشہیر کرتا ہوا شام لے گیا۔

امام محمد باقرؑ فرماتے ہیں:

میں نے اپنے والد علی بن الحسینؑ سے معلوم کیا کہ آپ کوفہ سے شام کس طرح لے جائے گئے تھے، آپؑ نے فرمایا: انہوں نے مجھے بے کجاوہ اونٹ پر سوار کیا اور بابا حسینؑ کا سر نیزہ پر چڑھایا، اور میرے پیچھے بے کجاوہ سواریوں پر ہماری عورتیں کو سوار کیا تھا، ہمیں چاروں طرف سے نیزے باز گھیرے ہوئے تھے، اگر ہم میں سے کوئی روتا تھا تو اس کے سر پر نیزہ مارتے تھے، اسی طرح ہم دمشق پہنچے،

منتخب میں آیا ہے کہ عبید اللہ بن زیاد نے شمر، خولی، شبث بن ربعی اور عمرو بن حجاج کو بلایا اور ان کے ساتھ ایک ہزار فوجیوں پر مشتمل لشکر روانہ کیا ان کے سفر خرچ کا انتظام کیا اور حکم دیا کہ اہلبیتؑ کے اسیروں کو شام لے جاؤ اور راستے میں پڑنے والے شہروں کے گلی کوچوں میں انہیں پھرانا۔

منزلیں

ہم یہاں ان منزلوں کو بیان کرتے ہیں؟ جو کوفہ سے شام تک اہلبیتؑ کے راستے میں پڑی تھیں، ان منزلوں کی صحیح ترتیب معلوم نہیں ہے، اور معتبر مصادر میں ان کا ذکر نہیں ہے اور زیادہ تر مصادر میں ان کی مسافرت کی کیفیت مذکور نہیں ہے، ابن اثیر نے تاریخ کامل میں بعض کا ذکر کیا ہے جبکہ مقتل ابی مخنف میں ترتیب وار مرقوم ہیں ہم یہاں ان حوادث کو بھی بیان کریں گے جو بعض منازل پر رونما ہوئے تھے۔

پہلی منزل

امام حسینؑ کے سر مقدّس کو لے جانے والے پہلی منزل پر اُترے اور شراب خوری و سیہ مستیوں میں مشغول ہوئے تو اچانک دیوار سے ایک ہاتھ بر آمد ہوا اور اس نے لوہے کے قلم کے ذریعہ خون سے یہ شعر لکھا:

اردو ترجمہ: جس اُمّت نے حسینؑ کو قتل کیا ہے کیا وہ روزِ قیامت ان کے جد کی شفاعت کی بھی امید رکھتی ہے۔

اس حادثہ کو دیکھ کر وہ لوگ سر مقدّس وہیں چھوڑ کر بھاگ کھڑے ہوئے لبعد میں لوٹ کر آئے ابن حجر نے صواعق محرقہ میں یہی واقعہ نقل

نقل کیا ہے، اور پھر لکھا ہے : یہ شعر خاتم النبیینؐ کے مبعوث بہ رسالت ہونے سے تین سو سال قبل ایک پتھر پر لکھا ہوا دیکھا گیا تھا، نیز رومیوں کی ایک کلیسا میں یہ اشعار لکھے ہوئے تھے اور کوئی نہیں جانتا کہ یہ کس زمانہ میں لکھے گئے تھے۔

سلیمان بن یسار نے کہا ہے : لوگوں کو ایک پتھر ملا کہ جس پر یہ اشعار مرقوم تھے۔

لَا بُدَّ اَنْ تَرِدَ الْقِیَامَۃَ فَاطِمَۃ وَ قَمِیصُھَا بِدَمِ الْحُسَیْنِ مُلَطَّخٌ

وَیْلٌ لِمَنْ شُفَعَاؤُہٗ خُصَمَاءُہٗ وَالصُّوْرُ فِیْ یَوْمِ الْقِیَامَۃِ یُنْفَخُ

تکریت

کامل بہائی میں آیا ہے جب وہ امام حسینؑ کا سر کوفہ سے باہر لائے تو ابن زیاد کی طرف سے مامور لوگوں کو عرب کے قبائل کی طرف سے ڈر تھا کہ ہو سکتا ہے ابھی ان میں کچھ دینی غیرت باقی ہو اور وہ ان سے سرِ حسینؑ چھین لیں۔ اس لیے وہ اصلی راستے سے نہیں بلکہ غیر مانوس راستے سے چلے۔

ابو مخنف نے نقل کیا ہے کہ وہ حصّاصہ کے مشرق سے سرِ مقدّس لے گئے اور تکریت سے گزرے اور وہاں کے حاکم کو اپنے آنے کی خبر دی تو اس نے بہت سے لوگوں کو جھنڈوں کے ساتھ ان کے استقبال کے لیے بھیجا اگر کوئی پوچھتا تھا کہ یہ کس کا سر ہے تو وہ جواب دیتے خارجی کا ہے۔

ایک نصرانی نے سر دیکھا اور جب اس نے مذکورہ جواب سنا تو خود سے کہا: حقیقت یہ نہیں جو یہ لوگ بیان کر رہے ہیں یہ سر فاطمہؑ کے لختِ جگر حسینؑ بن علیؑ کا ہے میں خود کوفہ میں تھا، انہیں شہید کر دیا گیا ہے۔ تمام نصرانیوں کو جب اس حادثہ کی خبر ملی تو انہوں نے اپنے ناقوس توڑ دیئے اور کہنے لگے: اے اللہ ہم اس قوم کے عصیان سے کہ جس نے اپنے رسولؐ کے فرزند کو قتل کر دیا ہے، تیری پناہ چاہتے ہیں،

جب کوفیوں نے یہ حال دیکھا تو انہوں نے وہاں سے بیابانوں کے راستے کوچ کیا۔

مشہد النقطہ

سر مقدس کو لے جانے والے اثناء راہ میں اس منزل پر پہنچے اور یہاں ایک بہت بڑے پتھر پر سر مقدس رکھ دیا، سر مقدس سے ایک قطرۂ خون اس پتھر پر ٹپک گیا اور اس کے بعد عاشور کے روز ہر سال اس پتھر سے خون ٹپکتا تھا لوگ اس پتھر کے چاروں طرف جمع ہو جاتے تھے اور امام حسینؑ کی مجلس عزا برپا کرتے تھے۔

یہ پتھر عبد الملک بن مروان کے زمانہ تک اپنی جگہ تھا اس کے حکم سے اسے منتقل کر دیا گیا یہ معلوم نہیں کہ اسے کہاں لے گئے، یادگار کے

طور پر اس پتھر کی جگہ ایک عمارت بنا دی جسے نقطہ یا مشہد النقطہ کہتے ہیں۔

وادی النخلہ:

وہ رات کے وقت اس منزل پر اُترے تو ان کے کان میں رات بھر جنوں کے نوحہ کی آواز آتی رہی،

غم میں جنوں کی عورتیں رو رہی ہیں ہاشمی عورتوں پر گریہ کر رہی ہیں حسینؑ اور اس عظیم مصیبت پر بین کر رہی ہیں منہ پر طمانچے مار رہی ہیں اور سفید کی بجائے کالا لباس پہن لیا ہے،

موصل

صبح کو دوسرے راستے سے "کحیل" کا قصد کیا اور "جہینہ" کی جانب روانہ ہوئے اور موصل کے حاکم کو اپنے پہنچنے کی اطلاع دی اس نے شہر کو سنوارنے کا حکم دیا اور کچھ لوگوں کو شہر کے باہر روانہ کیا،

لوگ کہتے تھے بے شک یہ حسینؑ بن علیؑ کا سر ہے کہ جس کو یہ خارجی بتا رہے ہیں، ان سے سر حاصل کر کے زیارت گاہ بنانے اور حاکم شہر کو نہہ تیغ کرنے کی غرض سے چار ہزار آدمی جنگ کے لیے تیار ہو گئے، ایک روایت میں آیا ہے کہ انہوں نے کہا:

جب حکومت کے آدمی عوام کے ارادہ سے آگاہ ہوئے تو انھوں نے اپنا راستہ بدل دیا اور تل اعفر و جیل سنجار کی طرف چلے یہاں تک کہ نصیبین پر منزل کی۔

نصیبین

جب نصیبین پر پہنچے تو منصور بن الیاس نے شہر کو سجانے کا حکم دیا اور شہر کی سجاوٹ کے بعد اس شخص کو شہر میں داخل ہونے کے لیے کہا: جو امام حسینؑ کا سر مقدس اٹھائے ہوئے تھا لیکن اس کے گھوڑے نے اس کا حکم نہ مانا، دوسرا گھوڑا لایا گیا وہ بھی آگے نہ بڑھا، اسی طرح چند گھوڑے بدلے ناگہاں انہوں نے دیکھا کہ امام حسینؑ کا سر زمین پر ہے،

ابراہیم موصلی نے سر اُٹھایا غور سے دیکھا اور پہچان لیا اور قاتلوں پر ملامت کی، شہر والوں نے جب یہ منظر دیکھا تو سر لے جانے والے سے سر چھین لیا، اور اسے قتل کر دیا اور سر مطہر کو شہر سے باہر ہی رکھا اور اندر نہیں لے گئے، شاید جہاں زمین پر سر رہ گیا تھا بعد میں اسی جگہ زیارت گاہ بنا دی گئی ہے۔

عین الوردہ

صبح کو قافلہ عین الوردہ پر پہنچا اور وہاں کے حاکم کو آگاہ کیا اس نے اور شہر والوں نے سروں کو پھرانے کی اجازت دے دی اور یہ طے ہوا کہ سر کو باب اربعین سے شہر میں لایا جائے سر مقدس کو شہر کے میدان میں نیزہ بلند کیا اور دوپہر سے عصر تک لوگوں کے دیکھنے کے لیے وہیں رکھا بعض لوگ خارجی کا سر سمجھ کر خوشی منا رہے تھے اور بعض رو رہے تھے۔

رقّہ

اس صورت حال کو دیکھ کر ابن زیاد کے مامور امام حسینؑ اور دیگر شہیدوں کے سروں کو لے کر روانہ ہوئے اور راستہ طے کرتے ہوئے رقّہ پہنچے،

جوسق

قافلہ رقّہ سے گزر کر جوسق نامی مقام پر پہنچا وہاں سے چل کر فرات کی طرف چلا یہاں تک کہ بسر کے نزدیک پہنچا اور وہاں سے "حلب" کے گورنر کو خط لکھا اور اسے اپنے حالات سے آگاہ کیا رات میں دعوات یا حلب میں ٹھہرا۔

دعوات :

ان لوگوں نے دعوات کے نزدیک پہنچکر وہاں کے گورنر کو خط لکھا : ہم حسینؑ کا سر اپنے ساتھ لائے ہیں ۔

اس نے خط کا مضمون دیکھ کر بگل اور نفیری بجانے کا حکم دیا استقبال کے لیے خود بھی شہر سے باہر آیا اس کے بعد سر حسینؑ کو نیزہ پر بلند کر کے باب اربعین سے داخل ہوئے اور سر مقدس کو شہر کے میدان میں عصر تک لوگوں کے تماشے کے لیے نصب کیے رکھا، اس شہر میں بھی بعض لوگ خوشیاں منا رہے تھے اور بعض کی آنکھوں سے سیل اشک رواں تھا، خوشی منانے والے کہہ رہے تھے کہ یہ خارجی کا سر ہے جس نے یزید پر خروج کیا تھا،

رات کو اسی شہر میں ٹھہرے اور صبح کو حلب کی طرف چلے ،

حلب :

حلب کی مغربی سمت میں ایک پہاڑ ہے جسے جبل جوشن کہتے ہیں، اس سے دھات وتانبا نکلتا ہے جو دوسرے ممالک میں بھیجا جاتا تھا کہتے ہیں کہ جس وقت سے امام حسینؑ کے اہلبیتؑ کو وہاں سے گزارا گیا ہے اس وقت سے یہ دھات معدوم ہو گئی ہے ۔

قنسرین:

نطنزی نے خصائص میں نقل کیا ہے کہ ابنِ زیاد کے مامور امام حسینؑ کا سر لے کر "قنسرین" منزل پر اُترے ایک راہب اپنے صومعہ سے باہر نکلا اور دیکھا کہ سر سے آسمان تک نور ہی نور کا سلسلہ ہے۔

راہب ان لوگوں کے قریب آیا اور انہیں دس ہزار درہم دے کر سر کو اپنے صومعہ میں لے گیا اس کے بعد ایک ہاتف کی آواز سنی، خوش نصیب ہو تم اور خوش قسمت ہے وہ جو اس سر کی حرمت کو پہچانتا ہے۔

راہب نے سر اُٹھایا اور کہا:

اے اللہ بحق عیسیٰؑ اس سر کو اجازت مرحمت فرما کہ مجھ سے ہمکلام ہو جائے اس وقت سر مقدس گویا ہوا فرمایا: اے راہب تم کیا چاہتے ہو؟

راہب نے کہا: آپ کون ہیں،

سر مقدس سے آواز آئی: میں محمد المصطفیٰؐ کا فرزند ہوں میں علی المرتضیٰؑ کا فرزند ہوں میں فاطمۃ الزہراؑ کا فرزند ہوں میں مقتول کربلا ہوں، میں پیاسا شہید کیا گیا۔

راہب نے امام حسینؑ کے منہ پر اپنا منہ رکھ دیا اور کہا: آپ کے منہ سے اس وقت تک منہ نہیں اٹھاؤں گا جب تک آپ یہ نہیں کہیں گے

کہ روزِ قیامت تمہاری شفاعت کروں گا،

سرِ مقدس پھر گویا ہوا اور کہا: میرے جد کا دین اختیار کرلو۔

راہب نے کہا: "اَشْهَدُ اَنْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَ اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ" اس کے بعد امام حسینؑ نے اس کی شفاعت کی درخواست قبول کرلی،

صبح ہوئی تو ان لوگوں نے راہب سے سرِ حسینؑ لیا اور اپنی راہ لی جب وادی کے بیچ میں پہنچے تو دیکھا وہ ہزار درہم جو راہب سے لیے تھے پتھر بن گئے ہیں۔

معرۃ النعمان

سرِ مقدس کو لے جانے والے جب معرۃ النعمان نامی مقام پر پہنچے تو وہاں کے باشندوں نے ان کی خاطر، تواضع کی، یہ لوگ چند گھنٹے وہاں رہے اور وہاں سے شیزر کی طرف روانہ ہوئے۔

شیزر

یہ افراد جب شیزر پہنچے تو ایک ضعیف العمر آدمی نے کہا: یہ سر جو تمہارے ساتھ ہے یہ حسینؑ بن علیؑ کا سر ہے، اس جگہ کے باشندوں نے آپس میں عہد کیا کہ انہیں کسی طرح بھی اپنے علاقہ میں داخل

نہیں ہونے دیں گے، لہٰذا یہ وہاں توقّف کیے بغیر چلتے ہی رہے یہاں تک کہ کفر طالب پر پہنچے،

کفر طالب:

کفر طالب والوں نے بھی انہیں شہر میں داخل نہیں ہونے دیا، سر مقدس لے جانے والوں نے ان سے پانی مانگا تو انہوں نے کہا: ہم تمھیں پانی نہیں دیں گے کہ تم نے حسینؑ اور ان کے اصحاب کو پیاسا شہید کیا ہے،

سیبور:

ناچار انہوں نے کفر طالب سے کوچ کیا اور سیبور پہنچے اس منزل پر بھی امام زین العابدینؑ کے کچھ اشعار نقل کیے گئے ہیں عثمان کے چاہنے والوں میں سے ایک بوڑھے نے سیبور کے لوگوں کو جمع کیا اور کہا:

فتنہ برپا نہ کرنا انہیں دوسرے شہروں کی طرح یہاں سے گزر جانے دو، جوانوں نے اس کی بات نہ مانی اور اس علاقہ کے ارتباطی پل کو توڑ دیا اور اسلحہ اٹھا کر جنگ کے لیے تیار ہوگئے طرفین میں سے بعض لوگ مارے گئے،

یہاں ام کلثوم نے دعا کی کہ خدا ان لوگوں کے رزق میں ترقی عطا کرے اور ان کے پانی کو گوارا بنا دے اور انہیں ظالموں کے شر سے محفوظ رکھے،

کہتے ہیں یہاں امام زین العابدینؑ نے کچھ اشعار پڑھے ان میں سے ایک یہ ہے:

آلُ الرَّسُولِ عَلَی الاقتابِ عاریۃٌ وَآلُ مَرْوانَ یسری تَحتَھُم نُجُبٌ

حَمَاۃ:

یہ لوگ سیبور سے حماۃ گئے وہاں بھی انہیں بستی میں داخل نہیں ہونے دیا گیا،

حمص:

مجبوراً حماۃ سے گزر کر حمص پہنچے اور وہاں کے گورنر کو اپنی آمد کی اطلاع دی اور حمص میں داخل ہونے کی اجازت طلب کی لیکن وہاں کے لوگوں نے بھی مخالفت کی اور ان پر اتنا پتھراؤ کیا کہ ابن زیاد کے بعض سپاہی مارے گئے، انہوں نے راستہ بدل کر مشرق کی سمت والے دروازے سے شہر میں داخل ہونا چاہا لوگوں نے وہ بھی دروازہ بند کر دیا اور کہا: ہم امام حسینؑ کے سر کو اس شہر میں لانے کی ہرگز اجازت نہیں دیں

گے وہاں سے ان ظالموں کو بھگا دیا، وہ بعلبک کی طرف چلے گئے۔

بعلبک:

امام حسینؑ کا سر لے جانے والے بعلبک پہنچے اور وہاں کے گورنر کو اپنی آمد کی اطلاع دی اس نے اہل بعلبک کو ان کی پیشوائی کے لیے بھیجا ان لوگوں کے ہاتھ میں جھنڈے تھے اور اپنے بچوں کو اسیروں کا تماشہ دکھانے کے لیے ساتھ لائے تھے۔

انبیاء اور سر مطہر:

ابن لہیعہ کہتے ہیں کہ میں خانہ خدا کا طواف کر رہا تھا کہ ناگہاں ایک آدمی کو دیکھا جو پردۂ کعبہ کو پکڑ کر کہہ رہا تھا:

"اللھم اغفرلی ولا اراك فاعلاً"

اے اللہ! مجھے بخش دے اگرچہ میں جانتا ہوں کہ تو مجھے کبھی معاف نہیں کرے گا۔

میں نے اس سے کہا: خدا کے بندے! خدا سے ڈر اور اسے اس طرح مخاطب نہ کر کیونکہ اگر تیرے گناہ بارش کے قطروں اور درختوں کے پتوں سے بھی زیادہ ہیں تو بھی خدا تجھے بخش دے گا کہ وہ بخشنے والا اور مہربان ہے،

اس نے کہا: میرے پاس آؤ میں تمھیں اپنا قصہ سناتا ہوں، میں اس کے پاس گیا اس نے کہا: مجھے ابن زیاد نے دیگر پچاس آدمیوں کے ساتھ امام حسینؑ کے سر مطہر کے ہمراہ شام بھیجا تھا اور ہماری یہ عادت ہو گئی تھی کہ جہاں بھی راستہ میں اترتے تھے وہیں اس سر کو صندوق میں رکھ دیتے اور اس صندوق پر بیٹھ کر شراب پیتے تھے،

ایک رات میرے ساتھی شراب نوشی اور بدمستیوں میں ڈوبے ہوئے تھے، لیکن اس رات میں نے شراب نہیں پی تھی، رات کا اندھیرا پھیل چکا تھا آدھی رات ہوئی تو میں نے شدید نور دیکھا! گویا آسمان کے دروازے کھل گئے تھے، حضرت آدمؑ، نوح، ابراہیم، اسماعیل، اسحاق، اور حضرت محمد مصطفےؐ و جبریل فرشتوں کی جماعت کے ساتھ زمین پر اترے ہیں، پہلے جبریل نے سر کو صندوق سے باہر نکالا اور آغوش میں لے کر اس کو بوسہ دیا دیگر انبیاء نے بھی ایسا ہی کیا جب رسولؐ کی باری آئی تو آپ بہت روئے دوسرے انبیاء نے آپ کو تسلیت پیش کی، اس کے بعد جبریلؑ نے عرض کیا اے اللہ کے رسولؐ! باری تعالیٰ کا حکم یہ ہے کہ اس امت کے بارے میں جو آپؐ حکم دیں میں وہی انجام دوں گا، آپ کہیں تو زمین کو اسی طرح لرزا دوں اور ان کے ساتھ وہی سلوک کروں جو قوم لوط کے ساتھ کیا تھا۔

رسولؐ نے فرمایا : میں نہیں چاہتا کہ ان کو اس دنیا میں سزا دی جائے میں خدا کے سامنے ان کے ساتھ کچھ اور سلوک کروں گا اور قیامت کے دن ان سے دشمنی کروں گا۔

میں نے دیکھا کہ ہمیں قتل کرنے کے لیے فرشتوں نے ہم پر حملہ کر دیا ہے میں چلایا الامان الامان یا رسول اللہ!

رسولؐ نے فرمایا: "اِذْهَبْ لا غَفَرَ اللهُ لَكَ" جاؤ خدا تمہاری مغفرت نہ کرے۔

دمشق :

بہر حال وہ اہلبیتؑ رسولؐ کو نورانی سروں کے ہمراہ دمشق کے نزدیک لے آئے، دروازۂ دمشق کے قریب پہنچے تو ام کلثوم نے شمر لعنت اللہ علیہ کو آواز دی اور فرمایا :

ہمیں ایسے دروازہ سے لے چلو جہاں تماش بین لوگوں کی بھیڑ کم ہو اور سروں کو سواریوں سے فاصلہ پر رکھو تاکہ لوگوں کی نظر ناموسِ رسولؐ پر نہ پڑے،

شمر ملعون نے ام کلثوم کی خواہش کے بالکل برخلاف عمل کیا اور قافلۂ اہلبیتؑ کو پہلی صفر کو دروازہ ساعات سے شہر دمشق میں داخل کیا، یہ دروازہ قافلہ کے داخل ہونے کے لیے سجایا گیا تھا اور یہاں لوگوں

کا بہت زیادہ رش تھا، اہلبیت رسولؐ اور شہیدوں کے سروں کو اس دروازہ پر روک دیا گیا تاکہ لوگ تماشا دیکھیں۔ پھر دمشق کی جامع مسجد کے نزدیک اس جگہ روک دیا گیا جہاں قیدیوں کو روکا جاتا تھا،

بعض نے نقل کیا ہے کہ اس دروازے پر اہلبیت رسولؐ کو تین دن تک روکے رکھا،

اسیرانِ کربلا کا شام میں داخلہ

شام کے باشندوں کا اعتقادی رجحان

ہم یہاں اختصار کے ساتھ اہلِ شام کے اعتقادی اور روحی رجحان پیش کرتے ہیں،

شام اور اس کے مضافات پر تقریباً چالیس سال تک معاویؔ کی حکومت رہی ہے اور وہاں کے اکثر لوگ نئے مسلمان تھے، اور جس دن سے وہ مسیحت چھوڑ کر دائرہ اسلام میں داخل ہوئے تھے انہوں نے خاندان ابوسفیان کے معین کردہ احکام کے علاوہ کسی اور کو دیکھا ہی نہیں تھا وہی ان پر حکومت کرتے تھے لہٰذا شام والوں کا اسلام وہی تھا جو انھیں بنی اُمیہ نے سکھا دیا تھا۔

بنا بر ایں اہلبیت اس علاقہ میں داخل ہوئے کہ جہاں کے باشندوں کو معاویہ نے اپنے لحاظ سے اسلام سکھایا تھا، اخلاق اور اسلام کے عملی احکام میں وہ معاویہ اور اس کے مقرر کردہ احکام کی پیروی کرتے تھے،

واضح رہے کہ جنگ کے لیے معاویہ نے شاطرانہ چال سے ایک لاکھ شامیوں کو حضرت علیؑ کی مخالفت پر اکٹھا کر لیا تھا اور حضرت علیؑ کے خلاف اتنا پروپیگنڈہ کیا تھا کہ شام والے آپؑ اور آپ کے خاندان کو واجب القتل سمجھتے تھے، منبروں سے علیؑ اور آپ کے خاندان کو برا بھلا کہتے تھے،

یہی وجہ تھی کہ اہلبیتؑ پر شام میں بہت زیادہ ظلم ڈھائے گئے، اہلبیتؑ میں سے لوگوں نے پوچھا کہ اس سفر میں آپ حضرات کو کہاں تکلیف پہنچی ؟ تو جواب دیا شام، شام، شام،

اس سلسلے میں امام زین العابدین علیہ السّلام سے منقول ہے کہ آپؑ نے فرمایا:

فَیَالَیتَ لَمْ اَنْظُرْ دِمشقَ وَلَمْ اَکُنْ یَرانِي یَزِیدُ فِي البِلادِ اَسِیرہ

البتہ شام کے شہروں میں ایسے لوگ بھی زندگی گزارتے تھے جو خاندانِ رسولؐ اور اہلبیتؑ عصمت و طہارت سے محبت رکھتے تھے چنانچہ انھیں لوگوں نے امام حسینؑ کا سر لے جانے والوں سے کہیں کہیں

جنگ کی لیکن مخالفوں کی بہ نسبت ان لوگوں کی تعداد بہت کم تھی،

اس مدّعا کے اثبات کے لیے بہت سے شواہد و دلائل ہیں، ان میں سے ایک یہ ہے کہ جب اسیروں کا قافلہ مسجد شام کے دروازے پر لائے تو ایک بوڑھا شامی آگے بڑھا اور کہا:

شکر ہے خدا کا کہ اس نے تمہیں قتل و نابود کیا، اور یزید کو تم پر مسلط کیا، اور شہروں کو تمہارے مردوں سے نجات عطا کی، علی بن الحسینؑ نے اس سے فرمایا:

اے ضعیف کیا آپ نے قرآن پڑھا ہے؟

اس نے کہا ہاں،

آپؑ نے فرمایا: کیا تم نے یہ آیہ (قُلْ لا اَسْئَلُکُمْ علیہ اجراً اِلاّ المودۃ فی القربیٰ) پڑھی ہے۔

بوڑھے نے کہا ہاں میں نے اس آیت کی تلاوت کی ہے،

(واعلموا انّما غنمتم من شيءٍ فانّ للّٰہ خمسہ وللرسول ولذی القربیٰ)

اس نے کہا ہاں!

علی بن الحسینؑ نے فرمایا: وہ قرابت دار ہم ہیں اے ضعیف! کیا آپ نے یہ آیۃ پڑھی ہے:

(اِنّما یرید اللّٰہ لیذھب عنکم الرجس اھل البیتِ

(ویطهرکم تطهیرا)

اس نے کہا: ہاں!

علی بن الحسینؑ نے فرمایا: ہم اہلبیتؑ کو جامہ طہارت عطا کیا گیا ہے،

راوی کہتا ہے: بوڑھا خاموش ہوگیا اور اپنی باتوں پر پشیمان ہوا اور علی بن الحسینؑ کی طرف رُخ کر کے کہا: خدا کی قسم کھا کر بتائیے کہ آپؑ ہی اہلبیتؑ ہیں؟

علی بن الحسینؑ نے فرمایا: خدا کی قسم ہم ہی اہلبیت عصمت وطہارت ہیں اور ہمارے جد رسولؐ کے حق کی قسم ہم ہی اہلبیت ہیں،

یہ سن کر وہ بوڑھا رونے لگا اپنے سر سے عمامہ اُتار آسمان کی طرف دیکھا اور کہا: اے اللہ میں دشمنان آل محمدؐ سے خواہ وہ جنوں میں سے ہوں یا انسانوں میں سے، تیری بارگاہ میں بیزاری کا اقرار کرتا ہوں، اس کے بعد امام زین العابدین علیہ السّلام سے عرض کیا: کیا میری توبہ قبول ہو سکتی ہے؟

علی بن الحسینؑ نے فرمایا: ہاں اگر توبہ کر لیں گے تو خدا آپ کو بخش دے گا اور ہمارے ہو جاؤ گے، اس بوڑھے نے کہا: میں نے جو کچھ کیا اور کہا: اس سے توبہ کرتا ہوں،

راوی کہتا ہے اس بوڑھے کی توبہ کی خبر یزید بن معاویہ کو پہنچی تو اس

نے اسے قتل کرنے کا حکم دیدیا۔

سہیل بن سعد الساعدی:

سہیل کہتے ہیں: میں بیت المقدس گیا اور وہاں سے دمشق پہنچا میں نے ایک ہرا بھرا صاف ستھرا شہر دیکھا جس کے در و دیوار پر دیبا کے پردے آویزاں تھے، لوگ خوشیاں منا رہے تھے اور عورتیں طبلہ و دف بجا رہی تھیں، میں نے اپنے آپ سے کہا: یہ اہل شام کی عید کا زمانہ نہیں ہے! ہم جانتے ہیں اسی اثناء میں کچھ لوگوں کو آپس میں گفتگو کرتے ہوئے دیکھا میں نے ان سے پوچھا: کیا اہل شام کی ایسی کوئی عید ہے جس سے ہم بے خبر ہیں۔

انہوں نے کہا: بابا: لگتا ہے تو بادیہ نشین اور صحرا نورد ہے،

میں نے کہا: میں رسولؐ کا صحابی سہیل بن سعد ہوں۔

انہوں نے کہا: اے سہیل تمھارے لیے باعث تعجب نہیں ہے کہ آسمان سے خون کیوں نہیں برس رہا ہے اور زمین اپنے رہنے والوں سمیت دھنس کیوں نہیں جاتی؟

میں نے کہا کیا کچھ ہوگیا ہے؟

انہوں نے کہا: یہ محمدؐ کے نواسے حسینؑ کا سر ہے جس کو عراق سے بطور ہدیہ لائے ہیں،

میں نے کہا: تعجب ہے سر حسینؑ لایا گیا ہے اور لوگ خوشیاں منا رہے ہیں، انہیں کس دروازے سے داخل کریں گے، انہوں نے اس دروازے کی طرف اشارہ کیا جس کو باب الساعات کہتے ہیں۔

ان لوگوں سے گفتگو کے درمیان ہی میں نے دیکھا کہ یکے بعد دیگرے پرچم نمایاں ہونے لگے ہیں، پہلے میں نے ایک نورانی اور وجیہہ چہرہ نیزہ پر دیکھا ایسا محسوس ہوتا تھا کہ ابھی مسکرا دے گا یہ حضرت ابوالفضل العباسؑ بن علیؑ کا سر تھا، پھر میں نے ایک سوار دیکھا کہ وہ نیزہ پر امام حسینؑ کا سر بلند کیے ہوئے تھا یہ سر رسولؐ سے بہت زیادہ مشابہہ تھا اس سے بے پناہ عظمت و جلالت مترشح تھی، نور ساطع تھا، داڑھی سے ضعیفی عیاں تھی، بڑی بڑی آنکھیں اور ابرو باریک تھیں ان کی پیشانی مبارک کشادہ اور بلند تھی، لبوں پر مسکراہٹ اور آنکھیں مشرق کی جانب لگی ہوئی تھیں، ہوا کے ذریعہ داڑھی میں حرکت تھی لگتا تھا کہ امیرالمومنین علیہ السّلام ہیں یہ نیزہ عمرو بن منذر ہاتھ میں لیے آگے آگے چل رہا تھا۔

میں نے امام زین العابدینؑ اور اہلبیتؑ کو سلام کیا اور اپنا تعارف کرایا انہوں نے کہا: اگر ہو سکے تو اس نیزہ بردار کو کچھ دیدو جو کہ امام حسینؑ کا سر لے جا رہا ہے تاکہ وہ یہاں نہ کھڑا ہو کہ تماشا دیکھنے والوں سے ناک

میں دم ہے،

میں آگے بڑھا اس کو سو درہم دیئے تاکہ وہ جلد خواتین سے آگے بڑھ جائے، اسی طرح سر یزید کے پاس پہنچ گئے۔

سہیل بن سعد کہتے ہیں:

امام حسینؑ کا سر مقدس ایک طشت میں رکھ کر یزید کے دربار میں لایا گیا میں بھی وہاں پہنچ گیا، یزید تخت پر بیٹھا تھا اس کے سر پر درو یاقوت سے مرصع تاج تھا اس کے چاروں طرف قریش کے بڑے بوڑھے بیٹھے تھے۔

اَوقِر رِکابِی فِضَۃً وَذَہَبا   اَنَا قَتَلتُ السَّیِّدَ المُحَجَّبا!

قَتَلتُ خَیرَ النّاسِ اُمّاً وَاَبا   وَخَیرُہُم اِذ یَنسِبُونَ النَّسَبا!

یزید نے اس سے پوچھا:

اگر تم یہ جانتے تھے کہ وہ سب سے بہترین تھے تو تم نے انہیں کیوں قتل کیا؟ اس نے کہا: میں نے آپ سے انعام پانے کے لیے انہیں قتل کیا ہے،

دربار یزید لعؒ

جب اسیروں کا قافلہ شام پہنچ گیا تو انہیں شہر کی جامع مسجد لے گئے اور وہاں دربار میں داخل ہونے کے لیے یزید کی اجازت

کے منتظر رہے کہ مروان بن حکم مسجد میں آیا اور حادثہ کربلا کے بارے میں پوچھا:

ابن زیاد کے سپاہیوں نے وضاحت کی اس نے کچھ نہ کہا: اور واپس چلا گیا۔

اس کے بعد یحیٰ بن حکم مسجد میں داخل ہوا اس نے بھی سانحۂ کربلا کے بارے میں معلوم کیا اسے ماجرا بتایا گیا تو وہ اپنی جگہ سے کہتے ہوئے اٹھا، خدا کی قسم روزِ قیامت تمھیں محمدؐ کا دیدار اور ان کی شفاعت نصیب نہ ہو سکے گی اور اب میرا تم سے کوئی واسطہ نہیں ہے اور اب میں تمھارے کسی معاملے میں تمہارا ساتھ نہیں دوں گا،

بہر حال دربار یزید میں داخلہ کی اجازت ملی اور اہلبیت کے مرد جو کہ ۱۲ تھے، پس گردن سے ہاتھ بندھے ہوئے اور باقی ایک زنجیر میں جکڑے ہوئے یزید کے دربار میں پہنچے،

یزید اپنے قصر میں مشرف جیردن پر بیٹھا ہوا تھا اور شہیدوں کے سر اور اہلبیتؑ کے داخل ہونے کو دیکھ رہا تھا،

اسیروں کو دربار یزید میں پہنچانے کے بعد انہیں یزید کے سامنے کھڑا کر دیا گیا امام زین العابدینؑ نے یزید سے فرمایا: اگر رسولؐ ہمیں اس حالت میں دیکھیں گے تو تیرے ساتھ کیا سلوک کریں گے،

فاطمہ دختر حسینؑ نے کہا: اے یزید! کیا رسولؐ زادیوں کو اس

طرح قید کیا جاتا ہے۔

یہ جملہ سُن کر دربار والے چیخ چیخ کر رونے لگے۔ یزید نے یہ صورتحال دیکھ کر مجبوراً حکم دیا کہ علی بن الحسینؑ کے ہاتھ کھول دیئے جائیں۔

اسی وقت امام حسینؑ کا سر دھو کر طشت طلا میں رکھ کر یزید کے سامنے لا کر رکھا گیا، یزیدلعنہ چھڑی سے امام حسینؑ کے دانتوں کو چھو کر کہنے لگا:

نُفَلِّقُ هاماً مِنْ اُناسٍ اَعِزَّةٍ عَلَینا وَهُمْ کانُوا اَعَقَّ وَاَظْلَما

یحییٰ بن حکم نے کہا:

لهام بجنب الطف ادنیٰ قرابة من ابن زیاد العبد ذی النسب الوغل

سُمیّة امسیٰ نسلها عَدَدَ الحصی وبنت رسول اللّٰه لیست بذی نسل

یزید نے اس کے سینہ پر مارا اور کہا: خاموش ہو جا:

اس کے بعد یزید کے درباروں کو مخاطب کر کے کہا: یہ شخص بڑا بنتا اور کہتا تھا:

میرے والد یزید کے باپ سے افضل ہیں، میری ماں یزید کی ماں سے بہتر ہے اور میرے جد اس کے جد سے بہتر ہیں اور میں اس سے اپنے کو افضل سمجھتا ہوں اسی لیے میں نے اسے قتل کر دیا،

رہی یہ بات کہ میرے والد یزید کے باپ سے بہتر ہیں، میرے باپ

کاان کے والد سے جو معاملہ ہوا وہ اس کے لیے حکمین کی ضرورت پیش آئی اور خدا نے میرے باپ کے حق میں فیصلہ کیا،

اور ان کا یہ کہنا کہ میری والدہ یزید کی ماں سے افضل ہیں ہاں قسم اپنی جان کی فاطمہ بنت رسولؐ میری ماں سے بہتر ہیں۔

اور ان کا یہ قول کہ میرے جد اس کے جد سے اعلیٰ ہیں، ہاں مسلّم ہے کہ جو خدا اور روزِ قیامت پر ایمان رکھتا ہے وہ یہ نہیں کہہ سکتا کہ میرے جد محمدؐ سے بہتر ہیں۔

رہا ان کا یہ کہنا: کہ میں یزید سے افضل ہوں تو شاید انہوں نے اس آیت کی تلاوت نہیں کی تھی۔ قل اللھم مالک الملک،

اس کے بعد یزید نے امام زین العابدینؑ سے کہا: فرزندِ حسینؑ تمھارے والد نے قرابت داری کا لحاظ نہ رکھا اور میرا منصب و منزلت نہ دیکھ سکے، میری بادشاہت کے بارے میں مجھ سے الجھ پڑے اور خدا نے ان کے ساتھ جو کیا وہ تم نے بھی دیکھ لیا ہے،

علی بن الحسینؑ نے اس آیت کی تلاوت کی (ما اَصابَ مِن مُصِیبَۃٍ فی الارض وَلا فی اَنفُسِکُم اِلّا فی کِتابٍ مِن قَبلِ اَن نَبرَاَھا اِنَّ ذٰلِکَ عَلَی اللہِ یَسیرٌ)

یزید نے اپنے بیٹے خالد سے کہا: ان کا جواب دو! لیکن خالد سے کوئی جواب نہ بن سکا، یزید نے کہا: کہدو! (ما اَصابَکُم مِن مُصِیبَۃٍ

فَبِمَا كَسَبَتْ اَيْدِيْكُمْ وَيَعْفُوْ عَنْ كَثِيْرٍ)

ابن شہر آشوب کہتے ہیں: اس کے بعد علی بن الحسینؑ نے فرمایا: اے معاویہ و ہند اور صخر کے بیٹے، نبوت و امامت اس وقت سے ہمارے بزرگوں میں چلی آرہی ہے جب تیرا وجود بھی نہیں تھا بے شک جنگ بدر و احد اور احزاب میں رسولؐ کا پرچم میرے جد علی بن ابی طالبؑ کے کے ہاتھ میں تھا اور کافروں کا جھنڈا تیرے باپ دادا کے ہاتھ میں تھا،

اس کے بعد علی بن الحسینؑ نے یہ اشعار پڑھے:

مَاذَا تَقُوْلُوْنَ اِذْ قَالَ النَّبِيُّ لَكُمْ　　مَاذَا فَعَلْتُمْ وَاَنْتُمْ آخِرُ الْاُمَمِ

بِعِتْرَتِيْ وَبِاَهْلِيْ بَعْدَ مُفْتَقَدِيْ　　مِنْهُمْ اُسَارٰى وَمِنْهُمْ ضُرِّجُوْا بِدَمِ

پھر آپؑ نے اپنی تقریر جاری رکھتے ہوئے فرمایا:

اے یزید وائے ہو تجھ پر اگر تجھے معلوم ہوتا کہ تو نے کتنا بُرا کام کیا ہے، اور میرے بابا اہلبیتؑ اور میرے چچاؤں کے ساتھ کیا سلوک کیا ہے تو یقیناً پہاڑوں، بیابانوں میں نکل جاتا، خاک نشینی اختیار کر لیتا اور واویلا کی آواز بلند کرتا تو نے میرے والد علیؑ و فاطمہؑ کے لختِ جگر کے سر کو شہر کے دروازہ پر لٹکا رکھا ہے، ہم تمہارے درمیان رسولؐ کی امانت ہیں، پس تجھے بشارت دیتا ہوں کہ کل تو پشیمان و رسوا ہوگا اور یہ روزِ قیامت ہوگا

جب لوگ جمع ہوں گے۔

دوسری روایت میں آیا ہے کہ یزید نے حضرت زینبؑ کی طرف رُخ کر کے کہا: کچھ کہو!

حضرت زینبؑ نے امام زین العابدین علیہ السّلام کی طرف اشارہ کر کے فرمایا: ہمارے نمائندہ یہ ہیں اس کے بعد آپ نے یہ اشعار پڑھے:

لَا تَطْمَعُوْا اَنْ تُہِینُوْنَا فَنُکْرِمُکُمْ   وَاَنْ نَکُفَّ الْاَذٰی عَنْکُمْ وَتُؤْذُوْنَا

وَاللّٰہُ یَعْلَمُ اِنَّا لَا نُحِبُّکُمْ   وَلَا نَلُوْمُکُمْ اَنْ لَا تُحِبُّوْنَا

یزید نے کہا: سچ کہتی ہو جوان! لیکن تمھارے باپ دادا بادشاہ بننا چاہتے تھے، شکر ہے خدا کا کہ اس نے انہیں قتل کیا اور ان کا خون بہا دیا۔

سکینہ بنت الحسینؑ

اس وقت ایک شامی نے سکینہ بنت الحسینؑ کی طرف اشارہ کر کے یزید سے کہا: یہ کنیز مجھے بخش دیجیے، یہ سُن کر سکینہ لرز گئیں اور اپنی پھوپھی زینبؑ سے لپٹ گئیں اور کہا: اے پھوپھی جان! یتیم ہوئی اب کنیزی کی نوبت ہے،

زینبؑ نے شامی کو مخاطب کر کے فرمایا: تمھارے اور یزید کے

اندر یہ طاقت نہیں ہے کہ اس بچی کو کنیزی میں لے سکو،

یزید نے زینبؑ سے کہا: خدا کی قسم میں اسے کنیزی میں لے سکتا ہوں۔

زینبؑ نے فرمایا: خدا کی قسم خدا نے تجھے اتنی طاقت و تسلط ہرگز نہیں دیا ہے مگر یہ کہ تو اسلام سے پھر کر دوسرا دین اختیار کر لے،

یزید کو غصہ آگیا کہنے لگا مجھ سے یہ اندازِ تخاطب؟ تمھارے باپ اور بھائی دین سے خارج ہو گئے۔

زینبؑ نے فرمایا: تو نے تیرے باپ اور تیرے دادا نے خدا، میرے باپ اور بھائی کا دین اختیار کیا ہے اگر مسلمان ہو تو،

یزید نے کہا: اے دشمنِ خدا! جھوٹ کہتی ہو،

زینبؑ نے فرمایا: بظاہر تو امیر و بادشاہ ہے اور گالیاں دیتا ہے اور اقتدار و تسلط کی وجہ سے لعن بکتا ہے یہاں یزید کو شرم آگئی اور وہ خاموش ہو گیا۔

ابو برزہ اسلمی کہتے ہیں: اے یزید وائے ہو تجھ پر فرزند فاطمہؑ حسینؑ کے دانت پر چھڑی مارتا ہے جبکہ میں نے رسولؐ کو ان لبوں اور دندان کا بوسہ لیتے ہوئے دیکھا ہے اور حسنؑ و حسینؑ سے فرماتے تھے، تم دونوں جنت کے جوانوں کے سردار ہو، خدا تمھارے قاتل کو نابود کرے گا اور اس پر لعنت کرے گا اور اس کے لیے جہنم تیار کر رکھا ہے،

یہ بات سن کر یزید کو غصہ آگیا اور انھیں دربار سے نکلوا دیا۔

یزید نے امام حسینؑ کے لب اور دانت پر چھڑی مارتے ہوئے سرِ مقدس کو مخاطب کر کے کہا:

اے حسینؑ میری نوازشیں کیسی پائیں؟

ایک کنیز قصرِ یزید سے باہر نکل آئی تھی، اس نے جب یہ دلخراش منظر دیکھا تو کہا: خدا تیرے بدن کے ٹکڑے ٹکڑے کر دے اور آخرت کی آگ سے پہلے تجھے دنیا کی آگ میں جلائے،

اے ملعون! جن دانتوں پر تو چھڑی مار رہا ہے رسولؐ ان کا بوسہ لیتے تھے،

یزید نے کہا: خدا تجھ سے سمجھے، اس مجلس میں تو کیسی باتیں کر رہی ہے؟

کنیز نے کہا: میں نے غنودگی کی حالت میں دیکھا کہ آسمان کے دروازے کھل گئے ہیں اور آسمان سے نور کا ایک زینہ زمین پر آیا ہے اور دو جوان سبز لباس پہنے ہوئے اس زینہ سے زمین پر آئے، جنتی زبرجد کی ایک چادر ان کے لیے بچھا دی گئی کہ جس کا نور مشرق سے مغرب تک پھیل گیا ناگہاں اسی سیڑھی سے ایک میانہ قد آدمی نیچے آیا اس چادر پر بیٹھ گیا اور با آواز بلند کہا: اے بابا: آدمؑ آیئے، بابا ابراہیمؑ آیئے بھائی موسیٰؑ اور بھائی عیسیٰؑ آیئے، اس کے بعد میں نے ایک عورت کو دیکھا جو بال بکھرائے ہوئے فریاد کر رہی ہے، ماں حواؑ، سارا، بہن مریمؑ اور اماں خدیجہؑ آیئے، ہاتف نے ندا کی،

اس وقت فاطمہ زہراؑ نے فرمایا: بابا کیا آپ نے نہیں دیکھا: کہ آپ

کی اُمت نے میرے بیٹے حسینؑ کے ساتھ کیا سلوک کیا ہے ؟

یہ سُن کر رسولؐ اور آپؐ کے ساتھی رونے لگے اس کے بعد حضرت کی طرف رُخ کر کے کہا:

بابا: آدم! آپ نے نہیں دیکھا کہ میرے بعد ظالموں نے میرے بچے حسینؑ کے ساتھ کیا سلوک کیا ہے؟ قیامت کے دن انہیں میری شفاعت نصیب نہیں ہو گی،

حضرت آدم ان کے ساتھی اور فرشتے گریہ کرنے لگے اس کے بعد میں نے تقریباً اسّی ہزار آدمیوں کو دیکھا ان کے آگے آگے ایک جوان تھا جس کے ہاتھ میں سبز رنگ کا پرچم تھا' ان آدمیوں کے ہاتھوں میں آتشیں اسلحہ تھا اسے ہلاتے ہوئے کہہ رہے تھے اے آگ اس قصر والے "یزید بن معاویہ" کو جلا دے' اس وقت میں نے تجھ کو فریاد کرتے ہوئے دیکھا، آگ، آگ، آگ سے کہاں مفر ہے،

یزید نے کنیز کا خواب سُن کر کہا: وائے ہو تجھ پر یہ کیسا خواب تھا تو مجھے لوگوں کے سامنے شرمندہ کرنا چاہتی ہے' اس کے بعد اس کنیز کا بھی سر قلم کرنے کا حکم دیدیا:

یزید شراب پیتا ہے:

یزید نے جو کی شراب مانگی اس میں سے کچھ پی اور اپنے آدمی کو

دیتے ہوئے کہا: یہ بابرکت شراب ہے اس کی ایک برکت یہ ہے جب ہم اس میں سے پہلا جام پیتے ہیں تو ہمارے دشمن "حسینؑ" کا سر ہمارے دستر خوان پر ہوتا ہے اسی لیے ہمارا کھانے کا دستر خوان بچھا ہوا ہے اور اطمینان کے ساتھ کھانا کھا رہے ہیں، اور شراب پی رہے ہیں۔

سکینہ فرماتی ہیں: خدا کی قسم میں نے یزید سے بڑا کافر، ظالم، اور سنگدل نہیں دیکھا ہے،

روم کا سفیر یزید کے دربار میں

سفیر روم نے جو کہ دلخراش منظر دیکھ رہا تھا، یزید سے کہا تمھارے سامنے یہ کس کا سر ہے؟

یزید نے تعجب کے ساتھ پوچھا یہ سوال تم نے کیوں کیا؟

اس نے کہا: جب میں روم جاؤں گا تو مجھ سے یہاں کے دیکھے ہوئے حالات کے بارے میں ضرور پوچھا جائے گا، مجھے اس خوشی و مسرت کا سبب معلوم ہونا چاہیے تاکہ قیصر روم سے بتا سکوں کہ وہ بھی اس سے خوش ہو،

یزید نے کہا: یہ سر فاطمہ بنت محمدؐ کے بیٹے حسینؑ کا ہے،

سفیر روم نے پوچھا: محمدؐ وہی جو تمھارے پیغمبرؐ ہیں؟

یزید نے کہا: ہاں،

سفیر روم نے کہا: ان کے والد کا کیا نام ہے،

یزید نے کہا: علی بن ابی طالب، رسولؐ کے چچا زاد بھائی،

سفیر روم نے کہا: نابود ہو جائے تمہارا دین، میرا دین تمہارے دین سے بہتر ہے کیونکہ میرے والد، داؤد کے پوتے ہوتے ہیں میرے اور داؤدؑ کے درمیان نسلوں کا فاصلہ ہے اور ہمارے دین کا اتباع کرنے والے میرا احترام کرتے ہیں، اور جس گدھے پر حضرت عیسیٰ ایک بار سوار ہوئے تھے اس کے سم کی جگہ ایک کلیسا تعمیر کر دی گئی ہے لوگ اس کی زیارت کرتے ہیں اور تم اپنے رسول کے بیٹے کو قتل کرتے ہو جبکہ! رسولؐ اور حسینؑ کے درمیان ایک بیٹی کے علاوہ فاصلہ نہیں ہے یہ تمہارا کیسا دین ہے؟

روایت میں آیا ہے کہ: یزید نے یہ باتیں سن کر کہا: اس نصرانی کو یہیں قتل کر دینا چاہیے ورنہ یہ ہمیں اپنے ملک میں بدنام کرے گا،

جب سفیر نے یہ حالت دیکھی تو کہا: اب تم مجھے قتل کرنا چاہتے ہو تو سنو کہ کل رات میں نے رسولؐ خدا کو خواب میں دیکھا ہے انہوں نے مجھے جنّت کی بشارت دی ہے، اس خواب سے میں حیرت میں تھا، اب اس کی تعبیر ظاہر ہو گئی، وہ بشارت صحیح تھی، اس کے بعد اس نے کلمہ پڑھا، امام حسینؑ کے سر مقدّس کو سینے سے لگایا اور چوم کر قتل ہونے تک روتا رہا،

دوسری روایت میں بیان ہوا ہے کہ دربار میں حاضر لوگوں نے سفیر روم کے قتل کے وقت امام حسینؑ کے سر مقدّس سے صدائے لاحول ولاقوۃ الاباللہ،، صاف طور پر سُنی،

خُطبہ زینبِ کبریٰؑ

عقیلہ بنی ہاشم حضرت زینبؑ نے جب یزید کی اتنی جسارت و بے حیائی دیکھی اور دوسری طرف دربار کی حالت بھی مناسب دیکھی تو اُٹھیں اور فرمایا:

حمد عالمین کے پروردگار کے لیے ہیں، صلوات و سلام ہو رسولؐ پر اور ان کی آل پر خدا نے سچ فرمایا ہے برے کام کرنے والوں کی عاقبت یہ تھی کہ وہ خدا کی آیات کو جھٹلاتے اور ان کا مذاق اُڑاتے تھے اے یزید تو یہ سمجھتا ہے کہ تو نے زمین و آسمان کو ہم پر تنگ کر دیا ہے اور ہمیں اسیر بنا کر شہر در شہر پھرایا اور یہ خیال کرتا ہے کہ خدا نے تجھے عزّت دی اور ہمیں رُسوا کیا ہے؟ تو یہ سمجھتا ہے کہ اس سے تو خدا کے نزدیک معزّز ہو گیا ہے؟ اسی لیے غرور سے دیکھتا اور تکبّر کے ساتھ چلتا پھرتا ہے، اور اپنی حکومت اور منظم امور کو دیکھ کر آپے سے باہر ہو جاتا ہے، ذرا ہوش میں آ،

کیا تو نے خدا کا یہ کلام فراموش کر دیا ہے، کافر یہ خیال نہ کریں کہ یہ مہلت جو انھیں دی گئی ہے یہ ان کے لیے بہترین موقع ہے، بلکہ یہ مہلت ہم نے انھیں امتحان کے لیے دی ہے تاکہ وہ، اپنی سرکشی میں اور اضافہ کرلیں کہ ان کے لیے عذاب و رسوائی ہے"، طلقاء کے بیٹے! کیا یہ انصاف ہے کہ تو اپنی عورتوں اور کنیزوں کو باعزّت طریقے سے پردہ میں بٹھائے اور رسولؐ زادیوں کو اسیر کر کے شہر در شہر پھرائے ان کی ہتک کرے، انہیں برہنہ سر کر کے لوگوں کو تماشا دکھائے تاکہ قریب و دور اور شریف و رذیل سب انہیں دیکھیں، مردوں میں سے کوئی ان کے ہمراہ نہیں ہے، نہ کوئی مددگار ہے اور نہ نگہبان،

لیکن جگر خوارہ کے بیٹے اس سے کیسے غمگساری اور ہمدردی کی توقع کی جا سکتی ہے کہ جس کا گوشت و پوست شہیدوں کے خون سے بنا ہے اور جس کے دل میں ہماری طرف سے بغض و کینہ بھرا ہوا ہو اس سے اس کے علاوہ اور کیا توقع کی جا سکتی ہے، اتنے بڑے گناہ کو تو حقیر سمجھتا ہے اور اپنی اس بدکرداری و ذلیل حرکت پر اپنے کافر باپ دادا پر فخر کرتا ہے اور یہ تمنّا کرتا ہے کہ کاش وہ آج ہوتے اور تو نے جو

بے رحمانہ قتل کیا ہے اسے دیکھ کر خوش ہوتے اور تیرا شکریہ ادا کرتے ابو عبداللہ اور جنّت کے جوانوں کے سردار کے دانت پر چھڑی مارتا ہے یہ کیوں نہیں کہتا کہ اس زخم کو ناسور کر دیا ہے اور ان کی جڑ کاٹ دی ہے اور فرزندِ رسولؐ کو جو کہ آل عبدالمطلب اور زمین کے ستاروں میں سے تھے" قتل کر کے اب اپنے بزرگوں کو بلا رہا ہے، ذرا ٹھہر! زیادہ دیر نہیں ہے کہ تو ان سے ملحق ہوگا اور اس وقت یہ آرزو کرے گا کہ تیرا ہاتھ خشک ہو گیا ہوتا اور زبان گنگ ہو گئی ہوتی اور زبان پر وہ بات نہ لاتا اور یہ بُرا کام نہ کرتا! اے اللہ اس سے ہمارا حق اور انتقام لے اور ان ظالموں پر کہ جنہوں نے ہمارا خون بہایا ہے اپنا عذاب نازل فرما،

اے یزید! خدا کی قسم تو نے اپنے ہی گوشت و پوست کو پارہ پارہ کیا ہے اور تو رسولؐ سے اس بار "گناہ" کے ساتھ ملاقات کرے گا جو تیرے دوش پر ہے تو نے آنحضرتؐ کی آل کا خون بہایا، ان کی کوئی عزت نہ سمجھی، اور ان کی ناموس کو اسیر کیا ہے جبکہ خداوند ان کی پراکندگی کو جمعیت میں تبدیل کرے گا اور ان کا انتقام لے گا اور جو راہِ خدا میں قتل ہوئے ہیں ان کو مردہ خیال نہ کرو بلکہ وہ زندہ ہیں، اور خدا کی بارگاہ سے

روزی پلتے ہیں، یزید تیرے لیے اتنا ہی کافی ہے کہ اللہ حاکم ہے اور محمدؐ تیرے دشمن اور جبریلؑ ان کے حامی ہیں اور جس نے تیرے لیے راستہ ہموار کیا ہے اور تجھے مسلمانوں پر مسلط کیا ہے اسے عنقریب معلوم ہو جائے گا کہ ظالموں کی کیا سزا ہے اور یہ بھی جان لے گا کہ تم میں سے کون زیادہ بدتر اور کس کی فوج ناتواں ہے،

اگرچہ زمانہ کے مصائب نے مجھے یہاں لا کر کھڑا کر دیا ہے کہ میں تجھ سے بات کروں، لیکن میری نظروں میں تیری اتنی بھی وقعت نہیں ہے کہ میں تجھے سرزنش کروں یا تیری تحقیر کروں لیکن کیا کروں میری آنکھیں اشک بار اور دل فگار ہے، جائے حیرت ہے کہ اللہ والے شیطان کا اتباع کرنے والوں کے ہاتھوں مارے جائیں، ہمارے خون سے تمہارے ہاتھ رنگین ہیں، تمہارے دہن سے ہمارے گوشت کے ریشے نکل رہے ہیں اور ان پاکیزہ جسموں کے آس پاس درندے دوڑ رہے ہیں،

جس چیز کو تو آج غنیمت سمجھ رہا ہے کل وہی تیرے لیے نقصان دہ ثابت ہو گی اور جو کچھ تو نے کیا ہے اسے دیکھ لے گا، خدا بندوں پر ظلم نہیں کرتا ہے، میں اس سے شکوہ

کرتی ہوں اور اسی پر بھروسہ ہے، جس نیرنگی سے کام کرنا چاہتا ہے کر گزر اور جو کوشش کرنا چاہتا ہے اس سے بھی دریغ نہ کر، خدا کی قسم تو ہماری یاد کو دلوں سے نہیں نکال سکتا اور نہ ہماری وحی کو مٹا سکتا ہے، ہمارے مرتبہ تک نہیں پہنچ سکتا اور اس ظلم کا دھبّہ جو تیرے دامن پر لگ گیا ہے تو اسے کبھی نہیں دھو سکے گا، تیری کسی بات کا اعتبار نہیں ہے تیری بادشاہت کا وقت مختصر ہے عنقریب تیری جمعیت پراگندہ ہو جائے گی اور اس دن ہاتف ندا کرے گا الا لعنۃ اللہ علی القوم الظالمین والحمد للہ رب العالمین،

تمام تعریفیں اس خدا کے لیے ہیں جس نے ہماری ابتداء میں سعادت و مغفرت اور انتہا میں شہادت و رحمت قرار دی ہے، خداوند عالم سے دعا ہے کہ انہیں اجر جزیل عطا فرما اور ان کی جزاء میں اضافہ فرما، وہ ہمارا بہترین حاکم ہے وہ سب سے بڑا مہربان ہے، ہم صرف اسی پر بھروسہ کرتے ہیں،

اس موقع پر یزید نے شام والوں کی طرف رخ کر کے کہا: ان سب قیدیوں کے بارے میں تمہاری کیا رائے ہے؟ انھیں قتل کر دیں؟ اس کے ایک ملازم نے کہا: انھیں قتل کر دو،

نعمان بن بشیر نے کہا: یہ دیکھو کہ اگر رسولؐ ہوتے تو وہ ان کے ساتھ کیا سلوک کرتے جو وہ کرتے وہی کرو،

مسعودی نقل کرتے ہیں کہ امام محمد باقرؑ "جو کہ اس وقت دو سال چند ماہ کے تھے" یزید کے سامنے کھڑے ہوئے اور خدا کی حمد و ثناء کے بعد فرمایا: تمہیں تمھارے حاشیہ نشینوں نے فرعون کے مشیروں کے برخلاف مشورہ دیا ہے، کیونکہ جب فرعون نے ان سے موسیٰ و ہارونؑ کے بارے میں مشورہ کیا تو انہوں نے کہا:

انھیں اور ان کے بھائی کو مہلت دو، شہروں میں اپنے آدمی بھیجو اور جادوگروں کو جمع کرو پھر جب جادوگر آجائیں تو ان کا امتحان لو لیکن انہوں نے ہمارے قتل کا مشورہ دیا ہے اور یہ بے سبب نہیں ہے،

یزید نے پوچھا: سبب کیا ہے؟

امام محمّد باقرؑ نے فرمایا: وہ عقلمند و ذہین تھے اور یہ فریب خوردہ نادان ہیں، کیونکہ انبیاء اور ان کی ذرّیت کو ناپاک ہی قتل کرسکتے ہیں،

یزید نے سر جھکا لیا، پھر اپنے ملازمین سے کہا: انہیں دربار سے باہر لے جاؤ،

سکینہ بابا کے سر کو دیکھ رہی تھیں اب تحمّل کی طاقت نہیں تھی کہا: اے یزید تو رسولؐ کی بیٹیوں کو اسیر کرتا ہے، اس وقت حاضرین میں کہرام بپا ہوگیا اور دربار میں صدائے اعتراض بلند ہونے لگیں،

جب یزید نے دربار کا رنگ بدلا ہوا دیکھا تو دختر حسینؑ سے کہا: بھتیجی میں! ان لوگوں نے جو کیا ہے میں اس سے راضی نہیں ہوں۔

ایک قول یہ ہے کہ ابن مرجانہ کو گالی دی اور ساری چیزوں کی نسبت اس کی طرف دیدی،

بہرحال سرِ حسینؑ کو قصر کے دروازہ پر لٹکانے اور اہلبیتؑ کو قید خانہ میں لے جانے کا حکم دیا علی بن الحسینؑ بھی اسی قید خانہ میں تھے۔

اہلبیت کی بیٹیوں اور عورتوں کے نالوں سے شہر گونج رہا تھا، اہل شام بھی ان کے ساتھ نالہ کر رہے تھے، یزید کی عورتوں اور معاویہ والوسفیان کی لڑکیوں نے زیور اُتار دیا تھا اور ماتمی لباس پہن لیا تھا اور اہلبیتؑ کے ساتھ عزادار بن گئی تھیں،

شامیوں کو یزید سے نفرت

جب اہل شام کو یہ معلوم ہوا کہ یزید نے اہلبیتؑ رسولؐ پر ظلم کیے ہیں تو وہ اس سے متنفر ہو گئے اور اسے بُرا بھلا کہنے لگے، اس صورتحال کو دیکھ کر یزید نے اہلبیتؑ کے ساتھ نرم رویہ اختیار کیا:

طبری لکھتے ہیں: جب بھی یزید کھانے کے لیے دستر خوان پر بیٹھتا تھا تو علی بن الحسینؑ کو بلاتا اور اسی دستر خوان پر بٹھاتا اور کہتا میرے ساتھ کھانا کھائیے۔

یزید نے علی بن الحسینؑ سے کہا: مجھے آپ کے والد پر تعجب ہے کہ انہوں نے آپ کا نام علی کیوں رکھا:

امام زین العابدینؑ نے فرمایا: میرے والد حسینؑ اپنے والد سے بہت زیادہ محبت رکھتے تھے اس لیے انہوں نے اپنے بیٹوں کا نام علی رکھا،

ہند کا خواب

ہند زوجہ یزید کہتی ہے، ایک رات کو میں نے خواب میں دیکھا کہ آسمان میں ایک دروازہ کھل گیا ہے اور فرشتے جوق در جوق نیچے آرہے ہیں اور سر حسینؑ کے پاس جمع ہو رہے ہیں اور زمزمہ کر رہے ہیں:

اسی وقت میں بادل کا ایک ٹکڑا دیکھا کہ جو آسمان سے نیچے آرہا ہے اور اس پر بہت سے مرد سوار ہیں' ان کے درمیان میں نے ایک مرد کو دیکھا جس کا چہرہ چاند کی مانند درخشاں تھا، وہ حسینؑ کے رخسار پر رخسار رکھ کر ان کے لبوں کو چوم رہے ہیں اور کہہ رہے ہیں: بیٹا انہوں نے تمہیں قتل کیا' تمہیں نہ پہچانا، تمھیں پانی نہ پلایا، بیٹا میں تمھارا جد اللہ کا رسولؐ ہوں، یہ تمھارے بابا علی مرتضیٰؑ ہیں، یہ تمھارے بھائی حسنؑ ہیں یہ تمھارے چچا جعفر، یہ عقیل اور یہ حمزہ و عباسؑ ہیں، پھر یکے بعد دیگرے تمام اہلبیتؑ کے نام بتلائے۔

ہند کہتی ہے: میں وحشت زدہ بیدار ہوئی اور سر حسینؑ کی طرف متوجہ ہوئی دیکھا کہ اس کے چاروں طرف نور کا ہالہ ہے، میں یزید کے پاس گئی دیکھا

کہ اس کا کمرہ تاریکی میں ڈوبا ہوا ہے اور دیوار کی طرف رُخ کر کے کہہ رہا ہے "مالی وللحسین ع"، حسینؑ نے میرا کیا بگاڑا تھا، جب میں نے اس کے چہرہ پر نگاہ کی تو واضح طور پر اندوہ وغم کے آثار دیکھے میں نے اس کے سامنے اپنا خواب بیان کیا اور وہ سر جھکا کر میری باتیں سنتا رہا،

حسینؑ کی ایک کمسن بچّی تھی ایک رات کو نیند سے بیدار ہوئی اور سخت مضطرب و پریشان ہو کر باپ کو ڈھونڈنے لگی، اور کہا: بابا کہاں گئے، میں نے ابھی انہیں دیکھا ہے؟ حرم کی عورتیں اس کی باتیں سُن کر رونے لگیں، بچّوں میں بھی کہرام بپا ہو گیا،

ان کے رونے کی آواز بلند ہوئی تو یزید کی بھی آنکھیں کھُل گئیں پوچھا: گریہ وزاری کی آواز کہاں سے آ رہی ہے؟ اسے واقعہ بتایا گیا اس نے کہا بچّی کے پاس اس کے باپ کا سر پہنچا دو، سر حسینؑ پر کپڑا ڈال کر اس کے سامنے رکھ دیا،

بچّی نے پوچھا یہ کیا ہے؟ انہوں نے کہا: یہ تیرے بابا حسینؑ کا سر ہے، دختر حسینؑ نے سر سے کپڑا اٹھایا، باپ کا سر دیکھ کر دل سے آہ کی اور بیتاب ہو کر کہا: اے بابا! آپ کو کس نے آپ کے خون میں نہلایا ہے؟ کس نے آپ کا گلا کاٹا ہے؟ اے بابا کس نے مجھے یتیم کیا ہے؟ بابا: آپ کے بعد میں کس سے دل بہلاؤں؟ آپ کے یتیم کی کون پرورش کرے گا؟ بابا ان تبدیلیوں کا کون ہمدرد ہے، کاش میں آپ پر فدا ہو گئی ہوتی، کاش میں

نابینا ہوگئی ہوتی، کاش میں خاک کی چادر اوڑھ کر سو گئی ہوتی اور آپ کی داڑھی خون سے رنگین نہ دیکھتی،

اس کے بعد اپنے ننھے ننھے ہونٹ بابا کے لبوں پر رکھ دیئے اور اتنی روئی کہ بیہوش ہوگئی ہوش میں لانے کی بہت کوشش کی گئی لیکن بچی کو ہوش نہ آیا اور حسینؑ کی پیاری نے شام میں دم توڑ دیا،

شام میں عزاداری

کامل بہائی میں آیا ہے کہ جناب زینبؑ نے یزید سے کہلوایا کہ ہمیں حسینؑ کی عزاداری کرنے کی اجازت دی جائے، اور یزید نے اجازت دیدی۔ اور اپنے آدمیوں کو حکم دیا کہ اہلبیتؑ کو دار الحجارہ، لے جاؤ تاکہ وہاں عزاداری کریں، اس مکان میں اہلبیتؑ نے سات دن عزاداری کی اور ہر روز شام کی عورتوں میں سے بعض ان کے بعض جمع ہوتیں اور عزاداری کرتی تھیں،

مروان یزید کے پاس گیا اور اسے یہ اطلاع دی کہ وہاں لوگ جمع ہوتے ہیں، نیز کہا: اہل شام کے جذبات منقلب ہو چکے ہیں اور اہلبیتؑ کا شام میں رہنا تیری بادشاہت کے لیے مضر ہے ان کے سفر کی تیاری کرکے انہیں مدینہ بھیجدے، اگر یہ یہاں رہیں گے تو تمہاری حکومت گئی۔

چوتھے امامؑ کی تین خواہشیں

جب یزید نے اہلبیتؑ کو واپس مدینہ بھیجنے کا ارادہ کیا تو امام زین العابدینؑ نے یزید سے تین چیزوں کا مطالبہ کیا۔

یزید نے کہا: میں نے جن تین خواہشوں کو پورا کرنے کا وعدہ کیا ہے بیان کیجئے تاکہ پوری کروں،

امام زین العابدینؑ نے فرمایا: پہلی یہ ہے کہ میں ایک بار اور والد کا چہرہ دیکھنا چاہتا ہوں،

دوسری یہ ہے کہ ہمارے لوٹے ہوئے مال کو واپس کیا جائے،

تیسری یہ ہے کہ اگر تم مجھے قتل کرنا چاہتے ہو تو ان عورتوں کے ساتھ کسی معتمد آدمی کو بھیج دو تاکہ وہ انھیں ان کے جد کے حرم تک پہنچا دے۔

یزید نے کہا: آپ کی پہلی خواہش تو پوری نہیں کی جا سکتی، رہی دوسری تو میں کئی گنا مال دیدوں گا اور تیسری خواہش کے لیے یہ ہے کہ آپ کے علاوہ اور کوئی عورتوں کے ساتھ نہیں جائے گا،

امام زین العابدینؑ نے فرمایا: مجھے تمہارے مال کی قطعی ضرورت نہیں ہے وہ تمہیں ہی مبارک ہو، ہمیں تو وہی واپس کردو جو لوٹا ہے کیونکہ اس مال میں فاطمہؑ کا مقنعہ، گلوبند، پیراہن، اور ایک چرخہ ہے،

یزید نے لوٹا ہوا مال واپس لوٹانے کا حکم دیا اور اس میں اپنی طرف سے دو سو دینار کا اضافہ کردیا جو امام زین العابدینؑ نے واپس کردیئے،

یزید نے کہا: اہلبیتؑ کے اسیروں کو واپس مدینہ لوٹا دیا جائے، اہلبیتؑ کو خود ان کی خواہش پر مدینہ بھیجا گیا، واپسی کے وقت یزید نے کاروان کے ساتھ بہت سارا مال کیا اور ام کلثوم سے کہا: یہ ان مصائب کا بدل ہے جو تم پر پڑے ہیں،

ام کلثوم نے فرمایا: یزید تو کس قدر بے شرم و بے حیاء ہے میرے بھائی حسینؑ اور ان کے اہلبیتؑ کو قتل کیا اور اس کے عوض مال دیتا ہے؟ ہم ہرگز اس مال کو قبول نہیں کریں گے،

شام سے روانگی

جب اہلبیت کو شام میں ایک زمانہ ہو گیا تو یزید نے نعمان بن بشیر انصاری کو حکم دیا کہ ان کے سفر کے اسباب فراہم کر دو اور ایک امین آدمی کے ساتھ مدینہ منورہ روانہ کر دو،

روانگی کے وقت یزید نے امام زین العابدینؑ کو بلایا اور کہا: خدا لعنت کرے مرجانہ کے بیٹے پر اگر آپ کے والد سے میری ملاقات ہو جاتی تو ان کی ہر پیش کش کو قبول کر لیتا اور جیسے بھی ممکن ہوتا انہیں قتل ہونے سے بچا لیتا اگرچہ اس سلسلے میں میرے بعض بیٹے ہی مارے جاتے لیکن جیسا کہ آپ نے دیکھا ان کی شہادت خدا کا فیصلہ تھا، جب وطن لوٹنے کے بعد اطمینان سے زندگی بسر ہونے لگے تو مجھے خط لکھیئے اور جس چیز کی بھی

ضرورت ہو مجھے لکھیئے،

پھر دوبارہ نعمان بن بشیر کو بلایا اور اس سے کہا: دیکھو! اہلبیتؑ کی آبرو، اور ان کی شان و عظمت کا خیال رکھنا، راتوں کو راستہ طے کرنا، ان کے آگے آگے خود چلنا اور اگر راستہ میں انھیں کسی چیز کی ضرورت ہو تو فراہم کرنا، نیز ان کے ساتھ تیس سوار اور بھیجے، ایک روایت میں نعمان بن بشیر اور ایک قول ہے کہ بشیر بن جذلم کو اہلبیتؑ کے ہمراہ روانہ کیا،

اور جیسا کہ یزید نے حکم دیا تھا راستہ بھر اہلبیتؑ کے ساتھ نرم رویہ اختیار کیا گیا جن لوگوں کو یزید نے ان کے ہمراہ کیا تھا وہ نگہبانوں کی مانند انہیں اپنے حصار میں لیے رہتے تھے اور جب کسی منزل پر اترتے تھے تو وہ ان سے الگ ہٹ جاتے تھے تاکہ آسانی سے وضو وغیرہ کر لیں،

اہلبیتؑ اپنا سفر طے کرتے رہے یہاں تک کہ عراق و مدینہ کے راستے پر پہنچے، یہاں امیر کارواں سے کہا: کہ ہمیں کربلا لے چلو، چنانچہ وہ کربلا کی طرف مڑ گئے جب کربلا کے پاس پہنچے تو وہاں جابر بن عبد اللہؓ انصاری کو دیکھا جو کہ چند بنی ہاشم اور خاندان رسولؐ کے ساتھ امام حسینؑ کی زیارت کے لیے آئے تھے، اسی وقت ان کے ساتھ کربلا میں داخل ہوئے نالہ و شیون اور گریہ و زاری کی آواز بلند ہو گئی، ایسے بین سن کر قریب کے دیہاتوں کی

عورتیں بھی ان کے پاس پہنچ گئیں، زینبؑ عورتوں کے درمیان آئیں تو گریبان چاک کیا اور دلوں کو برما دینے والا نالہ کیا اور پھر بیہوش ہوگئیں

ام کلثوم نے اپنے چہرہ پر ایک سیلی ماری اور بلند آواز سے کہا:

آج محمد مصطفیٰؐ! علی مرتضیٰؑ اور فاطمہؑ زہرا دنیا میں نہیں ہیں، اس پر عورتیں پیٹ پیٹ کر رونے لگیں،

یہ حالت دیکھ کر بچّی نے فریاد کی وا محمداہ وا جداہ، آپ کے اہلبیتؑ پر گزر جانے والی مصیبت آپ کے لیے کس قدر شاق ہے، ظالموں نے اہلبیتؑ کو قتل کیا اور پھر ان کا لباس تک لے گئے،

عطیہ عوفی کہتے ہیں: میں جابر بن عبداللہ انصاری کے ساتھ امام حسینؑ کی زیارت کے قصد سے باہر نکلا جب ہم کربلا پہنچے تو جابر نے فرات میں غسل کیا اور محرم کی مانند چادر اوڑھی، خوشبو لگائی اور ذکرِ خدا کرتے ہوئے قبر حسینؑ کے قریب پہنچے مجھ سے کہا: میرا ہاتھ قبر پر رکھو، میں نے رکھ دیا، قبر پر وہ بیہوش ہو گئے،

میں نے ان کے چہرے پر پانی چھڑکا تو ہوش میں آگئے، پھر تین بار کہا: یا حسینؑ اس کے بعد کہا: حبیب لا یجیب حبیبہ، نیز کہا: کیا جواب کی تمنا رکھتے ہو کہ حسینؑ اپنے خون میں غلطاں ہیں اور ان کے سر و تن میں جُدائی ہے، پھر کہتے ہیں:

میں گواہی دیتا ہوں کہ آپؑ افضل انبیاء کے فرزند اور مومنوں

کے سردار کے بیٹے ہیں، آپؑ ہدایت و تقویٰ کے خاندان کے چشم و چراغ ہیں اور اصحاب کساء میں سے پانچویں آپؑ ہیں، نقباء کے دل بند ہیں، فاطمہؑ زہرا کے لختِ جگر ہیں، کیوں نہ ہو کہ سیدالمرسلینؐ نے آپ کو غذا دی ہے، اور پرہیزگاروں کی آغوش میں آپ نے پرورش پائی ہے، ایمان کے پستان سے دودھ پیا ہے، پاک زندگی گزاری اور دنیا سے پاک اٹھے اور اپنے فراق میں مومنوں کو دلوں کو غمگین کر گئے خدا کا سلام ہو آپؑ پر آپؑ نے وہی راستہ اختیار کیا جس پر آپؑ کے بھائی یحییٰ بن ذکریا نے شہادت پائی،

اس کے بعد قبر کے چاروں طرف نظر ڈالی اور کہا:

سلام ہو ان ارواح پر جو حسینؑ کے پاس اتریں، اور محوِ آرام ہیں، میں گواہی دیتا ہوں کہ آپؑ نے نماز قائم کی، زکوٰۃ ادا کی، نیکیوں کا حکم دیا، برائیوں سے روکا، ملحدوں اور کفار سے جہاد و جنگ کی اور مرتے دم تک خدا کی عبادت کی،

پھر کہا: قسم اس خدا کی جس نے رسولؐ کو حق کے ساتھ مبعوث کیا جس میں آپ شہید حضرات داخل ہوئے ہیں، اس میں ہم بھی آپ کے شریک ہیں،

عطیہ کہتے ہیں: میں نے جابر سے کہا: یہ شہید ہو گئے ہیں ہم نے تو کچھ بھی نہیں کیا ہے۔

جابر نے کہا: اے عطیہ! میں نے اپنے حبیب رسولؐ سے سنا ہے کہ آپؐ نے فرمایا:

مَنْ اَحَبَّ قَوْماً حُشِرَ مَعَهُمْ وَ مَنْ اَحَبَّ عَمَلَ قَوْمٍ اُشْرِكَ فِي عَمَلِهِم"

ہر شخص اس قوم کے ساتھ محشور ہو گا جسے دوست رکھتا ہو گا اور جو شخص کسی قوم کے کام کو پسند کرتا ہے وہ اس کے کام میں شریک ہے،

اربعین

حبیب السیر میں آیا ہے کہ یزید بن معاویہ نے شہیدوں کے سر علی بن الحسینؑ کے سپرد کر دیئے تھے اور بیس صفر کو آپؑ نے ان سروں کو ان کے بدن سے ملحق کر کے مدینہ کا رُخ کیا،

ابوریحان بیرونی نے "آثار الباقیہ" میں لکھا ہے: جس روز حسینؑ کے اہلبیتؑ شام سے واپسی پر اربعین کے دن زیارت کے لیے کربلا آئے تھے اسی دن حسینؑ کا سر مقدس واپس کیا گیا اور دفن کیا گیا تھا

سید بن طاؤس، اقبال میں لکھتے ہیں: بیس صفر کیونکر اربعین ہو سکتا ہے جبکہ دس محرم کو امام حسینؑ نے شہادت پائی بنابریں انیس صفر

کو اربعین ہے۔

اس کے بعد لکھتے ہیں: یہ بھی احتمال ہے کہ ۶۱ھ میں محرم کا مہینہ ۲۹ کا ہوا ہو تو اس طرح اربعین بیس صفر کو ہے، یہ بھی ہو سکتا ہے کہ ماہِ محرم تیس دن کا ہوا ہو لیکن امام حسینؑ نے عاشورہ کے دن آخری وقت میں شہادت پائی ہے لہٰذا عاشورہ کو شمار نہ کیا گیا ہو،

مصباح میں مرقوم ہے: حسینؑ کے اہل حرم بیس صفر کو علی بن الحسینؑ کے ہمراہ مدینہ پہنچے،

شیخ مفید نے اسی قول کو اختیار کیا ہے، دوسری کتابوں میں لکھا ہے کہ اہل حرم شام سے لوٹنے کے بعد بیس صفر کو کربلا پہنچے تھے۔

جیسا کہ مذکورہ عبارات میں بیان ہوا ہے، اہلبیتؑ شام سے لوٹنے کے بعد اسی سال ۶۱ھ اربعین کے دن کربلا میں پہنچے جس سال حادثۂ کربلا رونما ہوا تھا، یا پھر شہادت کے ایک سال بعد کربلا کی طرف روانہ ہوئے اس سلسلے میں جو لکھا گیا ہے ہم یہاں اختصار کے ساتھ بیان کرتے ہیں،

پہلا قول:

اہلبیتؑ ۶۱ھ میں شام سے لوٹتے وقت بیس صفر کو کربلا پہنچے، یہ تاریخ حبیب السیر کے مولف کا قول ہے جسے ہم پہلے بھی بیان کر چکے ہیں، ابوریحان بیرونی کی آثار الباقیہ میں یہی لکھا ہے اور ملہوف میں سید بن طاؤس کی عبارت سے بھی یہی بات سمجھ میں آتی ہے، ابن نما نے بھی مثیر الاحزان

میں یہی قول نقل کیا ہے،

دوسرا قول:

اہلبیت کو ۶۱ھ ہی میں شام لے جانے سے قبل بیس صفر کو کربلا سے گزارا انہوں نے وہاں عزاداری کی یہ ناسخ التواریخ کے مولف سپہر کا نظریہ ہے، اگرچہ یہ قول بعید نظر آتا ہے کیونکہ اس کی طرف کہیں اشارہ نہیں ہوا ہے لیکن ایک احتمال ہے،

چوتھا قول:

ایک احتمال اور بھی ہے وہ یہ کہ اہلبیتؑ شام سے رہائی کے بعد پہلے مدینہ آئے ہوں اور مدینہ سے کربلا گئے ہوں، سر حسینؑ بھی اپنے ہمراہ لائے ہوں اور پھر بدن کے ساتھ دفن کیا ہو،

لیکن ۶۱ھ کے اربعین میں نہیں بلکہ مدینہ واپسی کے بعد کربلا گئے، ابن جوزی نے ہشام اور دیگر افراد سے نقل کیا ہے کہ سرِ حسینؑ اسیروں کے ساتھ مدینہ لایا گیا پھر کربلا لے جا کر بدن کے ساتھ دفن کیا گیا ہے،

مورخین سے نقل ہوا ہے کہ حادثہ کی صورتِ حال کا تقاضہ یہ ہے کہ اہلبیت امام حسینؑ کی شہادت سے چالیس دن کی مدت سے زیادہ عرصہ میں عراق یا مدینہ واپس ہوئے ہیں، ممکن ہے کربلا میں ان کی واپسی بیس صفر کو نہ ہوئی ہو کیونکہ جابر ابن عبداللہ انصاری بھی حجاز

سے آئے تھے، اور حجاز تک خبر پہنچنے اور وہاں سے جابر کی روانگی کے لیے چالیس دن سے زیادہ کی مدت درکار ہے، یا یہ کہیں کہ جابر مدینہ سے نہیں بلکہ کوفہ یا دوسرے شہر سے کربلا آئے تھے۔

کربلا میں قیام

رسولؐ کے غم زدہ اہلبیتؑ کربلا پہنچنے کے بعد اپنے شہیدوں کی عزاداری میں مشغول ہوئے کیونکہ انہیں اس وقت عزاداری کی اجازت نہیں دی گئی تھی کہ جب کربلا سے کوفہ روانہ ہو رہے تھے۔ سیّد بن طاؤس نے ملہوف میں لکھا ہے دلخراش ماتم ہوا اور اسی طرح تین روز تک عزاداری ہوتی رہی،

کربلا سے روانگی

اگر عورتیں اور بچے ان مزاروں کے پاس رہتے تو گریہ وزاری اور نوحہ گری میں جان دیدیتے لہٰذا علی بن الحسینؑ نے فرمایا: اسبابِ سفر فراہم کیے جائیں اور کربلا سے مدینہ کی سمت چلیں،

بشیر مدینہ میں

اہلبیت کا قافلہ مدینہ کی طرف روانہ ہوا،

بشیر بن جذلم کہتا ہے: ہم آہستہ آہستہ چلتے رہے یہاں تک مدینہ کے نزدیک پہنچ گئے۔

امام زین العابدین علیہ السّلام نے فرمایا: یہیں اونٹوں سے بار اُتارا جائے اور خیمے لگائے جائیں، اہلبیتؑ خیموں میں اترے، علی بن الحسینؑ نے مجھے طلب کیا اور فرمایا: خدا تمھارے والد پر رحم کرے وہ اچھے شاعر تھے کیا تم بھی اشعار کہہ لیتے ہو؟

میں نے عرض کی: فرزند رسولؐ ہاں،

فرمایا: تم ابھی مدینہ چلے جاؤ! اور لوگوں کو ابو عبداللہ کی شہادت اور ہمارے آنے کی اطلاع دیدو،

بشیر کہتا ہے: میں اپنے گھوڑے پر سوار ہوا، تیزی کے ساتھ مدینہ پہنچا اور مسجد نبوی کے پاس گیا اور وہاں پہنچ کر بلند آواز میں کہا:

مدینہ والو! اب مدینہ رہنے کی جگہ نہیں رہی کہ حسینؑ قتل ہو گئے ہیں انھیں کے سوگ میں میری آنکھوں سے آنسو بہہ رہے ہیں ان کی لاش کربلا میں خاک و خون میں غلطاں ہے اور ان کا سر نیزہ پر بلند کر کے شہر شہر پھرایا گیا ہے،

اس کے بعد میں نے لوگوں کو مخاطب کر کے کہا: علی بن الحسینؑ اپنی پھوپھیوں اور بہنوں کے ساتھ مدینہ سے باہر خیمہ زن ہیں، مجھے انہوں نے ہی بھیجا ہے تاکہ میں تمھیں اس حادثہ کی خبر دوں جو ان پر گزرا ہے۔

جب میں نے اہل مدینہ کو یہ خبر سنائی تو مدینہ میں ایسی کوئی عورت نہیں تھی جو روتی پیٹتی اپنے گھر سے باہر نہ نکل آئی ہو، مسلمانوں کے لیے میں نے اس دن سے زیادہ المناک دن نہیں دیکھا اور نہ اس طرح سے یک زبان ویک دل ہو کر مردوں کو روتے ہوئے دیکھا ہے۔

میں نے کہا: میں بشیر بن جذلم ہوں، مجھے میرے مولا علی بن الحسینؑ نے بھیجا ہے تاکہ اہل مدینہ کو ان کے آنے کی اطلاع دے دوں وہ ابو عبداللہ کے اہلبیتؑ کے ساتھ فلاں جگہ خیمہ زن ہیں۔

کاروانِ کربلا کا استقبال

بشیر کہتا ہے: سبھی اہل مدینہ کارواں کی طرف دوڑ پڑے، میں نے بھی اپنے گھوڑے کو تیز کیا لیکن سارے راستے لوگوں سے پُر تھے گھوڑے سے اُتر کر میں بمشکل اژدھام سے نکلا اور اہل بیتؑ کے خیموں کے پاس پہنچا،

علی بن الحسینؑ خیمہ میں تھے، باہر تشریف لائے، آپ کے ہاتھ میں ایک رومال تھا جس سے آنسو صاف کرتے تھے، ایک آدمی ایک منبر لایا، آپ اس پر تشریف فرما ہوئے، آپ کی آنکھوں سے اشک جاری تھے، لوگوں کے رونے کی آواز بلند ہو گئی، عورتیں بھی گریہ وزاری کر رہی تھیں، مرد ہر طرف سے آپ کو تعزیت و تسلیت دے رہے تھے، ساری فضا

نالہ و شیون کی آواز سے گونج رہی تھی،

امام زین العابدینؑ نے ہاتھ کے اشارہ سے انھیں خاموش کیا اور پھر خطبہ پڑھا جس کا اردو ترجمہ درج ذیل ہے۔

تمام تعریفیں اس خدا سے مخصوص ہیں جو کہ عالمین کا پروردگار ہے، روزِ جزاء کا مالک ہے خلائق کا پیدا کرنے والا ہے وہ اتنا دور ہے گویا آسمانوں میں بلند ترین مرتبہ پر ہے، "بشر کی عقل و فکر کی بلند پروازیوں کی دسترس سے باہر ہے" اور اتنا قریب ہے کہ سرگوشیوں کو سنتا ہے بڑی بڑی سختیوں، حوادث زمانہ، دلخراش مصائب، دل گداز بلاؤں رنج والم پر میں خدا کی حمد کرتا ہوں،

اے لوگو! خدائے متعال نے "کہ ساری تعریفیں اسی سے مخصوص ہیں"، ہمیں بڑی مصیبتوں میں مبتلا کیا، اسلام میں عظیم رخنہ پیدا ہو گیا ابو عبداللہ الحسینؑ اور ان کی عترت جام شہادت سے سرشار ہو چکی، ان کے اہل حرم اور بچوں کو اسیر کیا گیا، ان کے سر کو نیزہ پر بلند کر کے شہر شہر پھرایا گیا، یہ ایسی مصیبت ہے جس کی نظیر نہیں ہے،

اے لوگو! تم میں سے ایسا کون ہے؟ جو ان کی

شہادت کے بعد خوشی منائے ؟ یا کونسا دل ایسا ہے جو ان کے لیے نہ تڑپے ؟ یا کون سی آنکھ ایسی ہے کہ جو آنسو روک سکے ؟ اور سات آسمان جو کہ مضبوط بنائے گئے ہیں ان کی شہادت پر روئے ہیں، دریا اپنی موجوں سے آسمان اپنے رکنوں سے اور زمین ہر طرف سے، درخت اور ان کی شاخیں مچھلیاں اور دریا کی بپھری ہوئی موجیں، مقرب فرشتے اور آسمان پر رہنے والے سبھی ان پر روئے ہیں، اے لوگو! ہم آوارہ وطن ہوئے، پراگندہ ہوئے گویا ہم ترک و کابل کی اولاد تھے یہ سلوک انہوں نے ہمارے ساتھ اس صورت میں کیا ہے کہ نہ ہم نے کوئی جرم کیا اور نہ کسی ناپسند کام کے مرتکب ہوئے، یہاں تک ہم نے اپنے بزرگوں کے بارے میں بھی ایسی باتیں نہیں سُنی ہیں یہ تو صرف من گڑھت ہے،

خدا کی قسم اگر رسول خداؐ انھیں ہم سے جنگ کرنے کا حکم دیتے تو بھی وہ اس سے زیادہ ظلم نہیں کر سکتے تھے

اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیۡہِ رَاجِعُوۡنَ ۝

کتنی عظیم و دردناک اور دلخراش مصیبت ہے اور کتنے تلخ و دل ہلا دینے والے رنج و محن تھے، میں خدا سے

اس مصیبت کا اجر چاہتا ہوں جو کہ ہمارے اوپر پڑی ہے، کہ وہی غالب اور انتقام لینے والا ہے۔

اہلبیتؑ کی عزاداری

عمر بن علی بن الحسینؑ کہتے ہیں: شہادت امام حسینؑ کے بعد بنی ہاشم کی عورتیں مدتوں کالا لباس پہنتی رہیں، سردی و گرمی کی پرواہ نہیں کرتی تھیں اور ہمیشہ امام حسینؑ اور دیگر شہداء کربلا کی عزاداری میں مشغول رہتی تھیں، اور علی بن الحسینؑ ان کے کھانے کا انتظام کرتے تھے،

(بحوالہ صحیفۂ کربلا)

تتمۂ کلام:

حضرت امام حسینؑ کی حیاتِ طیبہ کے تمام تر واقعات ایک ذی شعور انسان کو یہ ماننے پر مجبور کرتے ہیں کہ آنجناب ایک جذباتی انسان نہ تھے آپؑ حلیم و بردبار تھے، کبھی غصہ و جوش میں آکر کوئی بھی فیصلہ و اقدام ایسا نہیں کرتے تھے جو نظم و ضبط اور سکون کے خلاف ہو آپ انتہائی دشوار و سخت ترین مراحل کی بڑی خاموشی اور سکونِ قلب کے ساتھ طے کر لیتے تھے بشرطیکہ اُن مقاصد کو ضرر نہ پہنچے جو خود اُن کو اور اُن کے آباؤ اجداد کو عزیز تھے اور جو شریعت و اسلام کے لیے نقصان دہ نہ ہوں۔ ایسی صلحِ کُل، حلیم اور امن پسند ذات کسی ایسے اقدام کے لیے ہرگز تیار نہیں ہو سکتی جس میں اس کے تمام ساتھی اس کی نظروں کے سامنے چند ساعتوں میں تہِ تیغ کر دیئے جائیں، تاوقتیکہ ایسے اہم اور غیر معمولی حالات و اسباب پیدا نہ ہو جائیں جس کے بغیر ایسا کر گزرنا وہ اپنے خالق کی طرف سے اپنا فرض سمجھتا ہو۔

ہماری دینی مطبوعات

قرآنِ مُبینُ وخلاصتہ التفاسیر پارہ ۱ تا ۳۰

سفرِ آخرت (احکامِ میت و نماز)

تفہیم القرآن پارہ ۱، ۲، ۲۷، ۲۸، ۲۹، ۳۰

گوہرِ مقصود (ادعیاء قرآنی و اعمال برائے تونگری)

مُعارفِ قرآن (جلد ۱ تا ۸ مکمل سیٹ)

تحفۂ علویہ (حضرت علی کی ادعیا سے منتخب دُعائیں)

قرآن مجید کی فضیلت و فوائد

سیرتِ معصومین (مجلّد) (۲) حضرت مُسلم بن عقیل

کتابِ خدا اور اہلبیتِ رسُولِ خدا (مجلّد)

تہذیبِ نفس و تزکیۂ نفس

اصولِ کافی (ترجمہ و تخلیص منتخب احادیث حصّہ اوّل و دوم)

دُعائے اعترافِ گناہ و توبہ

فریضۂ نماز (احکامِ نماز و تعقیباتُ)

شہزادہ حضرت علی اکبر

تحفۃ الصائمین (احکامِ روزہ و اعمالِ ماہِ صیام)

انسان معاشرہ و قرآن (۲) تہذیبِ نفس اور تہذیبِ حاضر

تحفۃ الحاج (حج کے مسائل و زیارت)

عالمی معاشرہ و قرآن حکیم (۴) حیات و کائنات کا الوہی تصور
(۵) اساسِ آدمیت اور قرآن

پاک محرم ایجوکیشن ٹرسٹ (رجسٹرڈ)

279- بریٹو روڈ، کراچی فون: 7232354